سلام کے آداب

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ((سَلَّمَ یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ.)) (صحیح بخاری کتاب الاستئذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، رقم الحدیث: ٦٢٣١)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کہے چھوٹا بڑے پر اور چلنے والا بیٹھنے والے پر اور تھوڑے بہتوں پر۔"

حاصل مطالعہ

اپنی زبان کو روکے رکھنا جہاد ہے بلکہ افضل جہاد ہے

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله . (مسند احمد: ٦/٢١۔ سلسلة الصحيحة: ٥٤٩) ''مجاہد وہ ہے جو اللہ عزوجل کی اطاعت کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أفضل الجهاد أن تجاهد نفسك وهواك في ذات الله عزوجل . (ابونعيم في الحلية: ٢/٢٤٩۔ سلسلة الصحيحة: ١٤٩٦)
''افضل جہاد یہ ہے کہ تو اپنے نفس اور خواہشات سے اللہ عزوجل کی خاطر جہاد کرے۔'' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أفضل المؤمنين إسلاما من سلم المسلمون من لسانه ويده ، وأفضل المؤمنين ايماناً أحسنهم خلقا ، وأفضل المهاجرين من هجر ما نهى الله تعالىٰ عنه ، وأفضل الجهاد من جاهد نفسه في ذات الله عزوجل))

''مومنوں میں سے اسلام کے لحاظ سے افضل مومن وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان (بھائی) محفوظ ہوں اور مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے افضل مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو، مہاجروں میں سے افضل مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے رک جائے اور افضل جہاد یہ ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کی خاطر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔'' (كنز العمال: ١٥/٨٦١، رقم: ٤٣٤٢٧۔ الصحيحة: ١٤٩١)

محترم قارئین: آپ اس بات سے متعجب ہو رہے ہوں گے کہ زبان کو بیہودہ باتوں سے روکے رکھنا جہاد ہے۔ اس میں تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ احادیث میں پڑھ لیا تھا حالاں کہ یہ جہاد سے زیادہ مشقت والا اور مشکل کام تو نہیں۔ بلکہ زبان ایسی چیز ہے جس میں ہر انسان کی خواہشات جمع ہوتی ہیں کیونکہ انسان اپنے نفس کی بری خواہشات پر اس کے تابع ہو جاتا ہے اور خواہشات سے بچتا وہ ہے جسے اللہ اپنی خاص رحمت سے بچا لے۔ بلاشبہ نفس کا حقیقی قتال اس وقت ہوگا جب اہم شرط یعنی جہاد بالنفس ہوگا مثلاً کسی شخص کو جہاد میں بہت زیادہ چوٹ آ جائے اور اس کی نیت خالص ہو اور وہ اسی حالت میں فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل قابل قبول ہوگا۔ یہ کوئی انوکھی چیز نہیں کہ میدانِ جنگ کے جہاد سے جہاد بالنفس سے زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ انسان کا جسم نفس امارہ کے ماتحت ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّيْ﴾ (یوسف: ٥٣)
''بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا ربّ رحم کرے۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

اداریہ

خبر وہ ہوتی ...... یہ نہیں

حافظ احمد شاکر

کسی درندے کا انسان کو کاٹنا! خبر نہیں خبر یہ ہے کہ انسان درندے کو کاٹ کھائے۔ صحافت کا یہ ایک اہم سبق ہے کہ صحافی کو علم ہونا چاہیے کہ خبر کس کو کہتے ہیں۔

ریمنڈ ڈیوس اگر رہا نہ ہوتا تو یہ خبر تھی اس کا رہا ہو جانا کوئی ایسی اہم خبر نہیں کہ آقا آقا ہوتا ہے اور رعایا رعایا۔ ہاتھوں کی صفائی سے محنت کی کمائی کرنے والے ایک خصوصی جرم کا گروہ جب کسی ''سامی'' کا پیچھا شروع کرتا ہے تو وہ وہاں تک جاتا ہے جہاں تک اس کا علاقہ ہوتا ہے اپنی حدود میں اگر وہ کامیاب نہ ہو تو پھر وہ ''سامی'' آگے بیچ دیتا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں مملکت برطانیہ کو جب ہندوستان سے جانا پڑا تو اس وقت گویا صلیب کے ہاتھ سے سونے کی چڑیا اڑ گئی۔ خطہ ہند کی تاریخ سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ جاتا جاتا برصغیر کو امریکہ کے ہاتھ بیچ گیا۔ ہم یعنی پاکستانی اور اس کے حکمران مسلمان شاید نادانستگی میں ایک آقا سے دوسرے آقا کے ہاتھ خاموشی سے اس وقت بک گئے جب کہ وقت کی پاکستانی حکومت نے امریکہ کے دامن عافیت میں جا پناہ لی۔ بنیے نے اپنے مول بڑھانے کے لیے روس سے بھی رابطہ کر لیا وہ اپنی بنئے پن کی مہارت کے ساتھ دونوں ملکوں سے اپنی ضروریات بٹورتا بلکہ اینٹھتا رہا اور جب بنیا حساب کتاب پہ آتا تو اپنا استمتاع بھول جاتا اور اپنے سودے کی قیمت وصول کر لیتا۔ لیکن ہم ایسے بھولے بادشاہ بنے رہے کہ ہمیں کسی نے ایک بار جو ٹرک کی لال بتی دکھادی تو ہم اب تک اسی کے پیچھے ہی بھاگے جا رہے ہیں۔ اور اب جب...... امریکی پنجے سے آزادی کا...... ٹرک ریمنڈ کی صورت میں قریب آ ہی گیا تھا تو ہم ہانپتے ہی رہ گئے اور ٹرک پھر بھاگ نکلا۔

سابقہ حکمران کی اطاعت شعارانہ پالیسی کے باوجود اس وقت کے صدر امریکہ بش نے کہا تھا کہ امریکہ ''گاجر اور چھڑی'' کی پالیسی رکھتا ہے شروع دن سے امریکی گاجریں تو حکمران یعنی اشرافیہ کھاتے رہے اور اب تک...... کیا حزب اقتدار اور کیا حزب اختلاف...... کھا رہے ہیں اور امریکہ اپنی...... تعصب بھری بغض مسلم کے زہر آلود...... چھڑی سے...... عراق وافغانستان کے علاوہ...... پاکستان میں بے گناہ مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگا چکا اور لگا رہا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی امر کے ساتھ ایک امریکی سے ایک ایسا واشگاف جرم کروا دیا جو کسی صورت امریکی حکمت عملی کا آئینہ دار نہ تھا بلکہ ایک دندناتے مجرم کا ذاتی فعل تھا جس کے قابو آنے، تھانے لے جانے، اس پر مقدمہ بنانے، اس سے تفتیش کرنے، جیل بھیجنے، اس کی ایف آئی آر کاٹنے جیسے اقدامات سے امریکی حکومت اس حد تک تلملائی کہ لاہور کے امریکن قونصلیٹ کی نگران سے لے کر وزیر خارجہ، سینیٹر کیری لوگر حتی کہ امریکی صدر تک پاکستانی حکومت پر چھڑی بھی لہراتے رہے اور اس کو گاجر بھی دکھاتے رہے لیکن اب پھر وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا کہ گاجریں اشرافیہ کے حصہ میں آ گئیں اور چھڑی کی زد میں نعرے لگانے والے عوام آ گئے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے لیے پی۔ پی۔ پی نے اپنے ہمیشہ کے معتوب مرحوم جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ قانون قصاص ودیت کی طرف ہی امریکہ کو رجوع کرنے کا مشورہ دینا پڑا۔ اور یہ وہی قانونِ قصاص ودیت ہے جو دنیا میں امریکہ کے پہلے ہدف...... یعنی اسلام...... کا وہ سنہری قانون ہے جس نے دنیا میں امن قائم اور انسانیت کو امن دیا۔ اور یہ وہی اسلام ہے جس کو ''خاکم بدہن'' امریکہ دنیا سے ختم کرنے کے درپے ہے جو ناممکن اس لیے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نور اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ کہ

''تیرے'' جرم خانہ خراب کو ''اسلام'' کے عفو بندہ نواز میں
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

اب سانپ...... ریمنڈ ڈیوس...... نکل چکا، یہ ساری سیاسی جماعتیں اور ان کے قائدین لکیر پیٹ کر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ حالاں کہ شواہد...... یعنی کھرا...... یہ بتا رہے ہیں کہ اس ''کارشر'' میں ہر کسی نے حصہ بقدر جثہ...... یعنی مفادات...... ضرور ڈالا ہے۔ اس سے نہ کوئی حکومتی ادارہ، نہ کوئی حزب اقتدار واختلاف کا لیڈر، نہ کوئی حکمران اور نہ ہی ہائی لیول کی اسٹیبلشمنٹ! کوئی بھی اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت نہیں کر سکتا۔ **والعلم عند اللہ** لیکن

اب کیا پچھتاوے ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

باقی رہا مسئلہ کہ جس طریقے سے دیت ادا کی گئی کیا وہ شرعی ہے یا نہیں؟ اصل فتویٰ تو علمائے کرام اور مفتیانِ عظام ہی دے سکتے ہیں وگرنہ بادی النظر ہیں جس کا

اہل علم اصحابِ دانش تذکرہ بھی کررہے ہیں' کہ دیت تو متاثرہ فرد لے سکتا ہے اور وہ صاحب اختیار تب ہوتا ہے جب جرم بھی انفرادی ہو، یہ جرم چونکہ قومی تھا لہٰذا یہ مجرم بھی قوم کا مجرم تھا اس لیے دیت پر اس کی رہائی؟ ایک استفہام ہے، اس طرح مقتولین کے ورثاء اس تحریر تک بقول اخبارات کے اب تک گھروں سے غائب ہیں، لہٰذا یہ دوسرا استفہام ہے؟ کہ اگر یہ سب کچھ انہوں نے بہ رضاء ورغبت کیا ہے تو پھر ان کا چھپنا اور غائب ہونا چہ معنی دارد۔ اسی طرح اخبارات کے مطابق تصفیہ کے وقت عدالت، وکلاء اور ماحول کی جو تفصیلات اخبارات میں آئی ہیں ان سے بھی بہت سے سوالات ابھرتے ہیں۔ تاہم جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے محاورے کا عملی مظاہرہ اس سے بڑا اور کیا ہوسکتا ہے کہ مسلمان ملزم......ڈاکٹر عافیہ صدیقی......تو ابھی تک اغیار کی جیل میں ہے اور دندناتے مجرم کو آقا کے حضور پیش کرکے حاضر سروس اور لائن میں لگے حکمرانوں نے ایسی خدمت سرانجام دے دی جو سند رہے گی اور بوقت ان کے کام ضرور کام آئے گی۔ باقی تو ہر چیز آنی جانی ہے۔

اس رہائی سے یہ ثابت ہوگیا کہ معتوبِ جہانِ جمہوریت جنرل ضیاء الحق مرحوم کہیں تو پیپلز پارٹی کے ''کام'' آ گئے۔ پاکستانی قوم چوں کہ عادتاً خوش گمان قوم ہے اس لیے ہم اگر اس خوش گمانی میں مبتلا ہوجائیں کہ پی۔ پی حکومت نے جہاں پاکستان اور پاکستان قوم کے مجرم کو دیت سے رہائی دلا دی ہے وہاں وہ ایک انفرادی فعل کے مجرم ممتاز قادری کو بھی اس کے ذاتی فعل پر مقتول کے ورثاء کو دیت پر راضی کرکے رہا کرادیں گے۔ پی۔ پی لیڈر یا جناب صدر اگر یہ کر گزریں تو شاید یہ قدم ان کی تلافی سیئات کا سبب بن جائے گا۔

مقتولین کے ورثاء نہ جانے کس حال اور کیسے حصار میں ہیں ان کی غیبوبت اور گمشدگی کے جھرنوں سے اس مصالحت پر ان کی رضا وعدم رضا چھن چھن کر آرہی ہے کہ وہ جرم ضعیفی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ قومی مجرم کو چھوڑنے والے سب بزرجمہروں کی خدمت میں ایک نامعلوم شاعر کی رباعی جو اچانک سامنے آ ٹپکی ہے، شاعر کی روح سے معذرت کے ساتھ پیش کررہی دیں۔

تو نے ''ریمنڈ'' چھوڑا ہے اندیشہ غربت سے فقط	سوچتا ہوں تو دل احساس سے ہل جاتا ہے
ہائے اس بات سے تجھ کو بھی نہ تھی آگاہی	رزق اس دہر میں ''ہر مخلوق'' کو مل جاتا ہے

موج ہے دریا میں:

آج کل بعض اسلامی ممالک کی دہلیز پر انقلاب دستک دے رہا ہے اور یہ وہ انقلاب ہے جسے آمریت سے جمہوریت کے انقلاب کا نام دیا جاتا ہے۔ اس انقلاب کے پس پردہ وہی عالمی جگا ہے جس کے ہر کام اور ہر بات میں معیار دوہرا ہوتا ہے۔ مصر میں انقلاب کے بعد جمہوریت کا چرچا شروع ہوچکا ہے اردن بھی زد میں ہے، لیبیا میں تو لاوا بہہ ہی نکلا۔ افسوس کہ بحرین میں فساد کی جو اطلاعات ہیں ان میں طاغوت کہیں دور بیٹھا ڈوری کو حرکت دے رہا بلکہ ان ہاتھوں کے ذریعہ متحرک ہے جو ہمیشہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر امریکہ کو للکارتے رہے یہ اس کی چالبازی ہے خونِ مسلم کی اس ارزانی کے پیچھے بھی وہی عیار کارفرما ہے۔ مسلم امہ کے اکثر خیر خواہوں کے ذہن میں یہ قلق اور کرب ہے کہ ہمارے یہ مسلمان حکمران اس بات کو کیوں نہیں سوچتے کہ......عراق، ایران کی جنگ کی طرح......ان حوادث میں جو بھی جاں بحق ہوگا وہ مسلمان ہی ہوگا چاہے وہ کسی ملک کا ہو اور چاہے کسی مسلک کا ہو۔ باقی رہا ان ممالک میں امریکہ کا نفوذ اور اس کی دخل اندازی تو جناب

حضورِ حسن کسے جرأت سوال وجواب	تمہارے کرم نے میرے حوصلے بڑھائے ہیں

مسلم حکمرانوں کے ''کرم'' نے ہی امریکہ کو یہ جرأت اور موقع دیا کہ وہ جہاں چاہتا ہے دندناتا ہوا داخل ہوجاتا ہے خصوصاً وہ اپنے زیردست ممالک میں سے جس کو چاہتا اٹھالے جاتا اور جسے چاہے چھڑالے جاتا ہے یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے اور وہ یہ سب کچھ کرنے کی جرأت کیوں کرتا ہے؟ تو اس کا سیدھا سادہ جواب ہے کہ جب مسلمان' حاکم ہو یا رعایا' اس ارشاد نہیں بلکہ ارشادات باری تعالیٰ کی صریح نافرمانی کریں گے جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں مختلف مقامات پر، مختلف الفاظ کے ساتھ اور مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! یہود ونصاریٰ کو اپنا راز داں اور دوست مت بناؤ کہ یہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی اپنی مملکت کے دفاع، تعلیم، صحت، خزانہ، غرضیکہ ہم ہر شعبے میں اس سے مشورہ کرتے، اس کو راز داں بناتے اور خیر خواہ جانتے ہیں تو پھر وہ ہمارے گھروں یعنی ہمارے ممالک میں دھڑلے سے کیوں داخل نہ ہو۔ ہم تو اب تک چین، جاپان، یورپ، انگلینڈ کی طرح مسلم امہ کا ایک سکہ......کرنسی......جاری نہیں کرسکے، اقوام متحدہ کی طرح اپنی مسلم قومی اسمبلی نہیں بنا سکے، ہم اپنی مشترکہ دفاعی پالیسی نہ بنا سکے اور نہ ہی ایک دوسرے کے حلیف ہی بن سکے تو پھر؟ یہاں اقبال پھر یاد آ گئے ؎ فرد قائم ہے ربط ملت سے تنہا کچھ نہیں	موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

درس قرآن | قسط نمبر ۵

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

(۱۱) الحمد کے بارے میں اسلاف کا عمل:

نبی کریم ﷺ حمد وثنا کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اس کا بقدر ضرورت ذکر ہم نے کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کی حمد وثنا کرتے، با کثرت تحمید وتسبیح پڑھنے کی ترغیب دیتے، مختلف اور اچھے سے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف میں رطب اللسان رہنے کی تلقین وتاکید فرماتے تھے۔

حمد وثنا کے اہتمام اور کبر ونخوت سے اجتناب کا جونسخہ شافی آپ نے بتلایا ہے اگر وہ پیش نگاہ رہے تو انسان کا سر ہمیشہ شکر وامتنان میں جھکا رہتا ہے اور زبان اس منعم کے انعامات پر ثنا خوانی کیے بغیر نہیں رہتی۔ چناں چہ ﷺ آپ نے ارشاد فرمایا:

انظروا الی من هو اسفل منكم، ولا تنظروا الی من هو فوقكم. (مسلم: ۷۴۳۰ وغیرہ)

”اپنے سے اوپر والے کی طرف مت دیکھو بلکہ اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھو۔“

انسان جس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے یا جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اسے اپنے سے نیچے کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اگر کوئی غریب ہے تو اپنے سے زیادہ غریب کو دیکھ کر اللہ کا شکر کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اپنے سے زیادہ بیمار کو دیکھ کر اللہ کا شکر کرنا چاہیے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے پہلے فراوانی عطا فرمائی پھر اس سے یہ نعمت چھین لی تو وہ اس پر بھی اللہ کی حمد وثنا کرتا تھا۔ غربت ومسکنت میں اس کی حالت یہ ہوگئی کہ سوائے بوریے کے بستر کے اور کوئی چیز اس کے پاس نہ رہی مگر اس حالت میں بھی وہ اللہ کی حمد وثنا کرتا تھا۔ دوسرے صاحب ثروت نے اسے کہا بستر کے سوا تیرے پاس اور کچھ بھی نہیں تو حمد وثنا کس نعمت کی بنا پر کرتا ہے؟ اس نے کہا میں اللہ کی تعریف اس لیے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے وہ کچھ عطا فرمائے جو دوسروں کو دے رکھا ہے تو میں شاید وہ کسی اور کو نہ دے سکوں۔ اس نے کہا کیا مطلب؟ اس نے کہا تیرا سر، تیری آنکھ، تیری زبان، تیرے ہاتھوں اور پاؤں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(عدة الصابرین، ص: ۱۳۲)

یعنی یہ کوئی کم نعمتیں ہیں، کیا ان پر اللہ کا شکر نہ کروں؟

امام محمد بن واسع رحمہ اللہ کا شمار بصرہ کے کبار اہل علم میں ہوتا ہے۔ ان کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا اسی سے اندازہ لگایئے کہ سلیمان تیمی رحمہ اللہ جیسے محدث اور شب زندہ دار امام فرماتے تھے: میں اللہ تعالیٰ سے ملوں تو میرا نامہ اعمال محمد بن واسع رحمہ اللہ جیسا ہونا چاہیے۔

(تهذيب، ج: ۹، ص: ۵۰۰)

عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن واسع رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بڑا خوف ناک زخم ہوا تو میں انہیں ملنے کے لیے گیا تو انہوں نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا: کیا آپ کو علم ہے کہ ہاتھ پر زخم کی وجہ سے اللہ کا مجھ پر کس قدر احسان ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ زخم میری ٹھوڑی، میری زبان یا میری شرمگاہ پر نہیں۔ اس لیے اس زخم کی کوئی ایسی فکر نہیں۔ (عدة الصابرین، ص: ۱۴۰)

لہٰذا کسی بیماری یا پریشانی پر فکر مندی گو ایک طبعی امر ہے مگر اس حالت میں بھی یہ بات ذہن نشیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی یا اس سے بھی خوفناک مصیبت میں مبتلا نہیں کیا۔ یوں یہ تکلیف بڑی تکلیف کے مقابلے میں نعمت ہے۔ بلکہ اس تکلیف میں

اگر خوش نصیب کو لذتِ مناجات کی نعمت حاصل ہوجائے یا توبہ واستغفار کی توفیق مل جائے تو اس بیماری کے نعمت ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

بسا اوقات کوئی تکلیف کسی بڑی مصیبت سے بچاؤ کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ عثمان بن ہیثم بصری رحمہ اللہ عبیداللہ بن زیاد کے عہد گورنری میں سپہ سالار تھے۔ ایک روز اچانک مکان کی چھت سے گرے تو دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔ امام عبداللہ بن زید ابوقلابہ رحمہ اللہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو تسلی دیتے ہوئے فرمایا امید ہے اس میں بھی اللہ کے ہاں کوئی بہتری ہوگی۔ عثمان کہنے لگے کیا بہتری؟ پاؤں تو دونوں ٹوٹ گئے ہیں۔ امام ابوقلابہ رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہت سی حقیقتوں کو تم سے چھپا رکھا ہے۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ عبیداللہ بن زیاد کا پیغام آیا کہ حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کے لیے تیار ہوجاؤ۔ عثمان نے اپنی معذوری ظاہر کردی اور قاصد کو صورت حال سے آگاہی کا کہہ دیا۔ عثمان کہتے ہیں سات دن گزرے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مل گئی۔ عثمان کہا کرتے تھے "رحم اللہ ابا قلابة لقد صدق أنه كان خيرة لي" ابوقلابہ پر اللہ کی رحمتیں ہوں انہوں نے سچ فرمایا تھا کہ پاؤں ٹوٹ جانے میں بھی میرے لیے بہتر ہے۔

(ابن عساکر، ج: ۲۸، ص: ۳۰۷، ۳۰۸)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

﴿وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (السجدہ: ۲۱)

''اور یقیناً ہم انہیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے دنیا کے مصائب وآلام اور بیماری مراد ہے۔ ان سے اگر عبرت ونصیحت حاصل ہوجائے، توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ مصیبت وبیماری بھی نعمت اور باعث رحمت بن جاتی ہے۔

امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید بصرہ رحمہ اللہ کے کبار فقہاء ومحدثین اور اہل اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کتاب الثقات میں ان کے آخری دور کا عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔ انہیں عہدۂ قضاء پیش کیا گیا تو وہ بصرہ چھوڑ کر مصر کے قریب جا بسے تھے۔ عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ساحل سمندر کے پاس ایک رباط کے پاس سے گزرا تو ایک خیمہ میں ایک شخص کو دیکھا بیماری سے اس کے ہاتھ اور پاؤں ضائع ہوگئے تھے۔ سماعت وبینائی اور اس کے دیگر اعضاء کمزور ہوگئے تھے۔ میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا:

اللهم اوزعني ان احمدك حمداً أكافيء به
شكر نعمتك التي انعمت بها عليّ وفضلتني؟
على كثير ممن خلقت تفضيلا .

''اے اللہ! میری اعانت فرما کہ میں تیری ایسی حمد کہوں جو تیری ان نعمتوں کے شکر کے لیے کافی ہو جو آپ نے مجھ پر کر رکھی ہیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے کہا اس سے مجھے ضرور ملنا چاہیے اور پوچھنا چاہیے کہ یہ کلمات تم نے کہاں سے سیکھے ہیں یا تمہیں ان کا الہام ہوا ہے۔ چناں چہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے دعائیہ کلام کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ آپ کس نعمت پر حمد وشکر ادا کرتے ہیں اور اللہ نے کس فضیلت سے آپ کو نوازا ہے۔ تو اس نے کہا میری حالت تو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر اللہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے راکھ کردے، پہاڑوں کو حکم دے اور وہ مجھے پیس کر رکھ دیں، دریا کو حکم دے تو وہ مجھے پانی میں غرق کردے، زمین کو حکم دے تو وہ مجھے اپنے اندر دھنسا دے لیکن میری زبان پر جو نعمت جاری ہے اس کی بنا پر تو میں اللہ کا شکر ہی کروں گا۔

پھر اس نے فرمایا عبداللہ تم آئے ہو تو ایک کام کردو، میں یہاں

بے کار پڑا ہوں میرا بیٹا تھا جو مجھے نماز کے لیے وضو کروا دیتا تھا۔ میرے کھانے پینے میں معاون تھا۔ تین دن سے وہ میرے پاس نہیں آیا اگر ہوسکتا ہے تو اسے تلاش کرو۔ میں نے کہا اس سے بڑی خدمت اور کیا ہوگی اور کسی انسان کی خدمت میں اس سے بڑا اجر وثواب اور کیا ہوگا۔ چناں چہ میں تلاش کے لیے نکل پڑا۔ میں تھوڑی ہی دور گیا تو کیا دیکھتا ہوں ایک انسان کو درندہ نوچ رہا ہے۔ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور واپس پلٹ آیا۔ میں نے انہیں سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا میرے کام کا کیا بنا؟ میں نے ان سے کہا آپ یہ بتلائیں کہ آپ اللہ کے ہاں مکرم ہیں یا حضرت ایوب علیہ السلام؟ انہوں نے کہا ایوب علیہ السلام، میں نے کہا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا معاملہ کیا تھا اور ان کے مال، آل اولاد کے ذریعے کیسے آزمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسا پایا؟ وہ فرمانے لگے "وجدہ صابراً شاکراً حامدا" اللہ نے انہیں صابر، شاکر حامد، پایا۔ میں نے کہا آپ کا بیٹا دوٹیلوں کے مابین درندہ جانور کے قبضہ میں دیکھا گیا اور وہ گوشت نوچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق دے اور اس عظیم صدمہ کا اجر عطا فرمائے۔ یہ سن کر اس نے کہا:

الحمد للہ الذی لم یخلق من ذریتی خلقاً یعصیہ فیعذبہ بالنار، ثم استرجع وشھقی شھقہ فمات.

''سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے میری اولاد میں کسی کو اپنا نافرمان نہیں بنایا کہ وہ اسے آگ میں ڈال دے پھر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، سسکی لی اور فوت ہوگئے۔''

میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پریشان ہوگیا کہ اب کیا کروں انہیں چھوڑ جاتا ہوں تو درندے اسے بھی کھا جائیں گے۔ اگر پاس بیٹھوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے کپڑے سے ڈھانپ دیا اور اس کے پاس بیٹھا رونے لگا۔ اسی اثنا میں چار آدمی آئے انہوں نے کہا عبداللہ کیا معاملہ ہے میں نے سارا قصہ انہیں سنا دیا۔ انہوں نے کہا اس کا چہرا دکھاؤ۔ میں نے کپڑا چہرے سے اٹھایا تو وہ اس کی آنکھوں اور ہاتھوں کو چومنے لگے۔ میں نے کہا یہ کون ہیں انہوں نے بتلایا یہ ابوقلابہ الجرمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ اللہ سے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ ہم نے ان کے غسل وکفن کا انتظام کیا اور دفن کردیا۔ اور میں اپنے رباط کی طرف لوٹ آیا۔ رات کو سویا تو کیا دیکھتا ہوں وہی ابوقلابہ رحمہ اللہ جنت کے باغوں میں ہیں جنت کا ریشمی لباس پہنے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝﴾

''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔'' (الرعد: ۲٤)

میں نے کہا آپ وہی صاحب ہیں کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا یہ مقام کیسے حاصل ہوا فرمانے لگے:

ان للّٰہ درجات لا تنال الا بالصبر عند البلاء، والشکر عند الرخاء مع خشیۃ اللّٰہ عزوجل فی السر والعلانیۃ.

''اللہ کے ہاں بہت سے درجات ہیں جنہیں مصائب میں صبر کرنے، آسائش میں شکر بجا لانے اور ساتھ ساتھ ظاہر وباطن اللہ سے ڈرتے رہنے سے حاصل ہوتے ہیں۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ قصہ الثقات میں امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ (ج: ۵، ص: ۳،۵)

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء (ج:۴، ص:۴۷۴) میں بھی اختصاراً اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمیں بھی اپنی حمد اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرمائے اور آفات وبلیات سے محفوظ رکھے۔ اور ہمیں کسی آزمائش وامتحان میں مبتلا نہ کرے۔ اور اپنی بخشش ومغفرت سے نوازے، آمین۔

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: إفشاء السر

افشاءِ راز کا بیان

۹۱۰ . عـن عَمْرِو بنِ العاص قالَ: عجبتُ مِنَ الرَّجُلِ يَفِرُّ مِنَ الْقَدَرِ وَهو مُوَاقِعُهُ! وَيَرَى الْقَذَاةَ فِي عينِ أخيهِ ويَدَعُ الْجِذْعَ فِيْ عَيْنِهِ ، ويُخْرِجُ الضَّغْنَ مِنْ نَفْسِ أخيهِ ويَدَعُ الضَّغْنَ فِي نفسهِ ، وما وضعتُ سرِّي عندَ أحدٍ فلمتُهُ على إفشائِهِ ، وكيفَ أَلُومُهُ وقدْ ضقْتُ بِهِ ذَرْعًا؟ .

(صحيح الإسناد)

''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں تعجب کرتا ہوں ایسے آدمی سے جو تقدیر سے بھاگتا ہے وہ اس میں گرفتار ہونے والا ہے اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو اسے نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر اسے نظر نہیں آتا اپنے بھائی کے دل سے کینہ نکالنا چاہتا ہے لیکن اپنے دل کے کینہ کو چھوڑ دیتا ہے جب میں نے اپنے راز کو کسی کے پاس بیان کیا پھر میں نے اس سے اس (راز) کو ظاہر کرنے پر ملامت کی میں اس کو کس طرح ملامت کرسکتا ہوں جب کہ میں خود اپنے راز کو محفوظ نہ رکھ سکا تنگ دل ہوگیا۔''

فائدہ: جب خود مجھ سے حفظ اپنے راز کا نہ ہوا تو پھر دوسرے کو افشاء کردینے پر کیا کہتا ہے پہلے تو میں نے ہی افشاء کیا کہ اپنے جی کی بات دوسرے سے کہہ دی اب بھلا وہ کب چھپ سکتی ہے؟ کل سر جاوز اثنين شاع ہر راز کی بات جب ایک سے دوسرے کے پاس جاری ہے تو پھیل جاتی ہے۔

باب: السخرية وقول الله عزوجل:

﴿لا يسخر قوم من قوم (الحجرات: ١١)﴾ الآية

مذاق اڑانے کا بیان

۹۱۱ . عـن عـائشةَ رضـي الله عنها قالتْ: مَرَّ رجـلٌ مُـصَـابٌ عـلـى نِسْـوَةٍ فتضَاحَكْنَ بهِ ، يَسْخَرْنَ ، فَأُصِيبَ بَعْضُهُنَّ . (ضعيف الإسناد)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں ایک مصیبت زدہ آدمی کچھ عورتوں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر ہنسنا شروع کردیا اور اس کا مذاق اڑایا چنانچہ کچھ دیر بعد وہ عورتیں اسی طرح مصیبت میں مبتلا ہوگئیں۔''

كما تدين تدان ''جیسی کرنی ویسی بھرنی۔''

باب: التؤدة في الأمور

میانہ روی کا بیان

۹۱۲ . عن الزّهريِّ ، عن رجلٍ من بلىّ ، قالَ: أتيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَعَ أَبِيْ ، فَنَاجَى أبي دُوْنِي ، فَقَالَ فقلتُ لأبي: ما قالَ لكَ؟ قال: ((إذا أَرَدْتَ أمراً فعليكَ بالتُّؤَدَةِ ، حتّى يُرِيَكَ اللّٰهُ مِنْهُ الْمَخْرَجَ ، أو حتّى يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكَ مَخْرَجًا .)) (ضعيف)

’’حضرت امام زہری بلی قبیلے کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا میرے باپ نے مجھ سے علیحدہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کی میں نے اپنے باپ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا بات کہی تھی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اسی کام کا ارادہ کرے تو سکون واطمینان سے کام لے یہاں تک اللہ تعالیٰ تجھے آسانی کا کوئی راستہ دکھا دے یا اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نکال دے۔‘‘

٩١٣ . عن محمّدِ بنِ الحَنَفِيّة قالَ: ليسَ بحكيمٍ مَنْ لا يُعَاشِرُ بالمعرُوْفِ مَنْ لا يجدُ مِنْ معاشَرَتِهِ بُدًّا، حتّى يجعلَ اللّٰهُ لهُ فَرَجًا أو مَخْرَجًا . (صحيح الإسناد)

’’محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں وہ آدمی دانا نہیں ہے جو حسن معاشرت نہیں کرتا ساتھ ان لوگوں کے جن کے ساتھ حسن معاشرت سے چارہ کار نہیں (جہاں رہنا ہے وہاں اچھے طریقے سے)۔‘‘

باب: من هدىٰ زقاقاً أو طريقاً

تحفہ دینا یا راستے کی راہ نمائی کرنا

٩١٤ . عن البَراءِ بنِ عَازِبٍ ، عن النَّبيِّ ﷺ قالَ: ((مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةً ، أو هَدَى زُقَاقاً ـ أو قالَ: طريقاً ـ كانَ لهُ عِدْلُ عِتَاقِ نَسَمَةٍ .))

(صحيح)

’’حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے کسی کو دودھ پینے کے لیے جانور دیا یا گلی محلے کا راستہ بتا دیا یہ اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے یا ایک جان کے آزاد کرنے کے برابر اجر ہے۔‘‘

٩١٥ . عن أبي ذَرٍّ يَرْفعُهُ ـ قالَ ثمّ قالَ بعدَ ذٰلكَ: لا أعلمُهُ إلّا رَفَعَهُ ـ قال: ((إفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيْكَ صَدَقَةٌ ، وَأَمْرُكَ بِالمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَتَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ أَخِيْكَ صَدَقَةٌ ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَهِدَايَتُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّالَةِ صَدَقَةٌ .)) (صحيح)

’’حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرا اپنے ڈول سے نکالا ہوا پانی اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے۔ تیرا نیکی کا حکم دینا برائی سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔ اور تیرا مسکرانا اپنے بھائی کے چہرے کو دیکھ کر صدقہ ہے اور لوگوں کے راستہ سے پتھر کانٹا اور ہڈی کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور کسی راستہ بھولے کی رہنمائی کرنا صحیح راستہ پر چلا دینا صدقہ ہے۔‘‘

فائدہ: حدیث دلیل ہے ثبوت اجر پر عمل محضرات امور میں۔
ولله الحمد

باب: من كمه أعمىٰ

اندھے کو راستہ سے بھٹکانا

٩١٦ . عن ابن عبّاس ، أنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ كَمَهَ أَعْمىٰ عَنِ السَّبِيْلِ .))

(صحيح)

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رویات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس شخص پر جو اندھے کو راستہ سے بھٹکا دے۔‘‘

افتاء

کسی بزرگ کا عرس منانا کیسا ہے؟

مفتی مولانا عبیداللہ خاں عفیف صاحب

۱: کسی بزرگ کا عرس منانا کیسا ہے؟

(محمد عمران خان جونیجو۔ المرکز الاسلامی اہل حدیث، اسلام کوٹ، سندھ)

جواب: عرس، برسی، سالانہ میلہ لگانا نامی رسوم خالص ہندوؤانہ ہیں۔ مسلمانوں نے ان رسوم کو اپنا کر ہندوؤں کی نقالی شروع کر رکھی ہے۔ ہندوؤں کے ہاں ایصالِ ثواب کے لیے دنوں کی تعیین ضروری ہے۔ چناں چہ مشہور سیاح علامہ البیرونی متوفی (۴۴۰ھ) اپنے سفر نامہ (کتاب الہند) میں ہندوؤں کی اس رسم کے متعلق لکھتے ہیں:

ہندوؤں کے نزدیک جو حقوق میت کے وارثوں پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: ضیافت کرنا اور یوم وفات کے گیارھویں اور پندرھویں روز کھانا کھلانا ضروری ہے۔ اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے۔ اسی طرح اختتام سال پر بھی کھانا کھلانا ضروری ہے۔ نو دن تک اپنے گھر کے سامنے طعام پختہ اور پانی کا گھڑا رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ میت کی روح ناراض ہوگی اور بھوک پیاس کی حالت میں گھر کے اردگرد گھومتی رہے گی۔ پھر عین دسویں روز میت کے نام پر بہت سا کھانا تیار کر کے دیا جائے اور ٹھنڈا پانی اس طرح گیارھویں تاریخ کو بھی۔

نیز لکھا ہے: ہندوؤں کے ہاں یہ رسم بھی ہے کہ پنڈت کے برتن علیحدہ ہوں۔ (کتاب الہند، ص:۲۷۰ ومنہاج الواضح، ص:۲۴۱)

مشہور نومسلم عالم دین (سابق سکھ) مولانا عبید اللہ مالیر رحمہ اللہ کوٹلوی شاگرد میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کریا کرم (نیا بدن تیار ہونے کے دن کا عمل) یعنی مردے کے مرنے سے دس دن تک ہندوؤں کے عقیدہ آواگون (تناسخ ابدان) کے مطابق مردے کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے، کے واسطے برہمن کے مرنے کے بعد گیارھواں دن۔ کھتری کے لیے تیرھواں دن اور دیش (بنیا) وغیرہ کے لیے پندرھواں یا سولھواں دن اور شودر یعنی باڑھے (چوہڑا چمار، نچلی ذات کے لوگ) کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ازاں جملہ ایک شش ماہی کا دن ہے یعنی مرنے کے چھ ماہ بعد، علاوہ ازیں برسی کا دن اور اس دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں۔ (تحفۃ الہند، ص:۸۵)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ گیارھویں، پندرھویں اور برسی (عرس) خالص ہندوؤانہ رسم ہے۔ اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عرس سے منع فرمایا ہے۔

عرس حدیث کی روشنی میں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ: يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَوَاتُكُمْ تَبَلِّغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ.

(رواه النسائی، مشكوة، ص: ٨٦)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ اور نہ میری قبر کو عید (یعنی عرس) ٹھہراؤ اور مجھ پر درود بھیجتے رہو۔ تمہارا درود مجھے پہنچا دیا جائے گا۔‘‘

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عیداً ای یحتمل ان یراد اصلا لا عیادٍ ای لا

تـجعلوا زيارة قبري عيداً والمعنیٰ لا تجتمعوا لـلزيارة اجتـمـاعـكم لعيدٍ فانه يوم لهو وزينة وحال الزيارة مخالف لتلك الحالة .

(حاشیہ مشکوۃ، نمبر۸، ص۸٦)

''یعنی میری قبر کو عیدوں خوشیوں کی بنیاد نہ بنا لینا یعنی میری قبر کی زیارت عید نہ بنا لینا۔ مطلب یہ کہ میری قبر کی زیارت کے لیے اس طرح اکٹھے نہ ہونا جیسے عید نماز کے لیے اکٹھے ہوتے ہو۔ کیوں کہ عید کے دن کا اجتماع خوشیوں کے اظہار کے لیے ہوتا ہے جب کہ زیارت قبر چیزے دیگر ہے۔''

گویا قبر شریف کو عید بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کو عبادت اور عرس کی جگہ نہ بنایا جائے جیسے کہ درج ذیل حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا فرمائی ہے:

عـن عـطـاء بـن يسار قال قال رسول الله ﷺ اَلـلّٰهُـمَّ لا تَـجْعَلْ قَبْرِيْ وَثْنًا يعبد اشْتَدَّ غَضب الله عَلٰى قومٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيآئِهِمْ مَسَاجِدَ .

(موطا امام مالك، مشكوة)

''جناب عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میری قبر کی بطور بت عبادت نہ کی جائے۔ ازاں بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا تھا اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا اور ان پر مجاور بن کر ان کی عبادت کرنے لگ گئے تھے۔''

خواجہ حالی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یوں ترجمہ فرمایا:

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے پس اتنی بزرگی
بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

عرس اور فقہاء:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نهـى رسـول الـله ﷺ عن الصلواة الى القبور ونهٰى امته ان يتخذ قبره عيدا .

(زاد المعاد، ج: ۱، ص: ۱٤٦)

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو قبلہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اپنی امت کو منع کر دیا ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ (عرس) نہ بنائے۔''

الشیخ علی محفوظ مصری رحمہ اللہ کا فرمان:

واذا ثبـت هٰـذا بـالنسبة الٰى قبر النبى ﷺ وهو سيـد الـقبـور وافضلها فقبر غيره اولٰى بالنهى كائنا من كان .

(الابداع فی مضار الابتداع، ص: ۸٦)

''جب یہ ثابت ہو چکا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر میلہ عرس وغیرہ منع اور حرام ہے حالاں کہ آپ کی قبر شریف تمام قبروں کی سردار اور ان تمام سے افضل ہے تو پھر دوسرے کسی بزرگ کی قبر پر میلے اور عرس کی کیا گنجائش ہے۔''

شیخ علی متقی حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ الاستاذ علی متقی رحمہ اللہ سے عرس کے متعلق دریافت کیا تو آپ کچھ دیر کے لیے متامل ہوئے۔ پس سر مبارک زمانے فرو افگندو برآوردند وفرمودند اینہاں درزمانے سلف نہ بود۔ ماثبت بالسنۃ۔

(بحوالہ اکمل البیان:۱۲۲)

کچھ دیر کے لیے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمانے لگے کہ یہ تمام

رسمیں سلف میں مروّج نہ تھیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور واتخذوھا عیداً۔ (تفھیمات الھیہ، ج: ۲، ص: ۷۴)

''قبر پرستوں نے جو قبوری رسمیں بنا رکھی ہیں اور بزرگانِ دین کی قبروں کو میلہ گاہ (عرس) بنا رکھا ہے یہ سب بدترین بدعتیں ہیں۔''

شاہ محمد اسحاق حنفی رحمہ اللہ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ وغیرہ حنفی بزرگ عرس کو بدعت اور ناجائز کہتے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے اور بدعات کے برعکس سنت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

سوال: جو مسلمان مرتد ہو کر مرزائی ہو جائے کیا اس کی وراثت میں بیوی، اولاد یا والدہ کا حصہ بنتا ہے؟ اگر وہ گھر کا کفیل ہے تو یا اس کے زیر کفالت وہ رہ سکتے ہیں؟ (منیر احمد، فتح شیر روڈ، لاہور)

جواب: صحیح بخاری میں ہے: باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم کے تحت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ قال لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم. (کتاب الفرائض، ص: ۱۱۶۷)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔''

چوں کہ مرتد کافر سے بھی بڑا کافر ہے۔ لہٰذا اس کی بیوی اور اولاد والدہ اگر مرزائی نہیں تو وہ اس کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور مرزائی قادیانی، لاہوری اور ربوی متفق علیہ کافر ہیں۔ لہٰذا ورثاء محروم رہیں گے۔

۲: اگر زیر کفالت نابالغ ہیں خود کفیل نہیں ہو سکتے تو بامر مجبوری اس وقت رہ سکتے ہیں جب وہ خود کمانے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ بہتر اور احوط یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان رشتہ داروں کے ساتھ بود و باش اختیار کر لیں تو کیا خوب؟ مسلمان رشتہ داروں کا یہ شرعی فریضہ ہے کہ وہ ان بچوں کو کافر کی کفالت سے نجات دلائیں تاکہ مرزائی والدان کو مرتد بنانے کی کوشش نہ کرے۔

ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب.

سوال: ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک صاحب اپنے متبنی بیٹے کو چوں کہ وراثت نہیں دے سکتے تو کیا وہ اپنی زندگی میں جتنا چاہیں متبنی کو ہدیہ کریں؟ یا یوں بھی پوچھ سکتے ہیں کہ

۲: کیا کسی صاحب کو اپنے متبنی بیٹے کو اپنی زندگی میں ہی کوئی تحفہ دینے کے لیے کچھ حدود کا پابند ہونا ہے؟ (عبدالحسیب)

جواب: یہ صاحب اپنے متبنی بیٹے کو اس کی مدد اور تعاون کی نیت سے کچھ نہ کچھ دے سکتے ہیں۔ مگر تہائی سے زائد ہرگز نہیں دے سکتے۔ اور اسی طرح وصیت بھی تہائی سے زائد ہرگز جائز نہیں حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد اور ورثاء کو کھاتا پیتا چھوڑنا چاہیے تاکہ وہ بعد میں پریشان نہ ہوں۔ اس لیے آپ نے تہائی مال کی وصیت دیتے وقت فرمایا کہ

الثلث کبیر وفی روایۃ والثلث کثیر.

(صحیح البخاری)

لہٰذا زندگی میں بھی تہائی سے زائد دینا جائز نہیں تاکہ شرعی ورثاء محروم نہ رہ جائیں۔

ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب



علوم الحدیث

قسط نمبر ۲ (آخری)

علم غریب الحدیث......ایک تحقیقی مطالعہ

مس ظل ہما، محمد احسن فاروقی (ایم۔فل)

آغاز وارتقاء:

جہاں تک اس علم کے آغاز وارتقاء اور تدوین کی بات ہے تو اس کی بنیاد مرورِ زمانہ کے تحت پیدا ہونے والے حالات ہیں جن کی وجہ سے عربی زبان خالص نہ رہی یہی معاملہ کم وبیش دنیا کی ہر زبان کے ساتھ پیش آتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد زبانیں خالص نہیں رہتیں۔ تہذیب وثقافت نیز دوسری قوموں اور ان کی زبانوں سے اختلاط کے باعث ان میں بہت ساری تبدیلیاں واقع ہوجاتی ہیں۔ یہی کچھ عربی زبان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ رفتہ رفتہ خالص عربی زبان جاننے والے کم ہوتے چلے گئے۔ عہد رسالت ﷺ تک تو جب کسی لفظ کے حوالے سے اشکال واقع ہوتا تو لوگ خود آنحضرت ﷺ سے دریافت کرکے اسے رفع کرلیتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی کچھ زیادہ خلل واقع نہ ہوا تھا۔ بعدازاں اسلامی فتوحات کے نتیجے میں جب کثرت سے غیر عرب اقوام اسلام کے زیر نگیں ہوئیں اور اسلام مختلف براعظموں میں پھیل گیا تو عجمی زبانوں کے اختلاط سے عربی زبان کے معانی کی معرفت دشوار ہوگئی اور اس کے قلیل الاستعمال الفاظ کی ندرت بڑھتی چلی گئی۔

چناں چہ احادیث اور روایات میں پائے جانے والے اجنبی الفاظ میں جو ابہام پیدا ہوا اس کا شکار خاص طور پر عجمی اور عام طور پر اہل عرب کی بعد میں آنے والی نسلیں ہوئیں اور ان پر فہم قرآن وحدیث مشکل ہوگیا۔ گردشِ ایام کا یہی وہ نتیجہ اور سبب تھا جس کی بناء پر امت کے علماء ومحدثین نے اس طرف توجہ فرمائی اور متعدد کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔ ابن الاثیر رحمہ اللہ کے بقول علماء کا اس علم کی طرف توجہ فرمانا خود سے نہیں بلکہ الہام کا نتیجہ تھا، لکھتے ہیں:

ألهم الله عزوجل جماعة من أولى المعارف والنهى، وذوى البصائر والحجى أن صرفوا الى هذا الشان طرفاً من عنايتهم وجانب من رعايتهم، فشرعوا فيه للناس مواردا، وفيه لهم معاهدا. (النهاية: ۱/۵)

''اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور صاحبان عقل ودانش کی ایک جماعت کو الہام کیا کہ وہ اس فن میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کریں اور اس کی اچھی طرح نگہبانی کریں تو انہوں نے اس علم میں لوگوں کے لیے بہت آسانیاں پیدا کریں اور اس کی مشکلات کو لوگوں کے لیے آسان ترین بنادیا۔''

اس پس منظر کے سیاق میں محمد بن محمد ابوشہبہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

ثم رأى الغيارى على الدين وأهله من علماء اللغة، ومن علماء الحديث الذين جمعوا الى حفظ الحديث التعمق فى العلم باللغة العربية أن يولفوا كتبا يبينون فيها ما هو خفى وغامض من الألفاظ القرآنية والحديثية، وما هو بعيد عن الفهم...... (الوسيط، ص: ۴۳۳)

''پھر دین کے محافظین اور علمائے لغت نے اس بات کو سمجھا اور علمائے حدیث نے اس بات کی طرف توجہ دی اور وہ یکسوئی کے ساتھ حدیث حفظ کرنے لگے اور عربی زبان اچھی طرح سیکھنے لگے تاکہ وہ ایسی کتب مرتب کریں جن میں قرآن وحدیث کے انتہائی پوشیدہ معانی والے الفاظ کو واضح کریں اور ساتھ ساتھ بعید عن الفہم یعنی فہم سے بالاتر

الفاظ کی تشریح کریں۔''

پس اسی تحقیق وتلاش اور اس کی طرف یکسوئی کا نتیجہ تھا کہ یہ ایک مستقل علم بن گیا اور اس میں قابل قدر کتب تصنیف کی گئیں ان کتب کا آغاز دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے ہوا۔

ابوعبید القاسم رحمہ اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بدأ العلماء يؤلفون الكتب حول غريب الحديث من ابتدأ القرن الثانى من الهجرى .

''علمائے کرام نے دوسری صدی ہجری کے شروع میں حدیث کے غریب الفاظ کے بارے میں کتب لکھنا شروع کیں۔'' (غريب الحديث : ۱/۵)

اوّلین کتاب جو اس فن میں تصنیف کی گئی وہ ابوعبیدہ معمر بن المثنی (۲۱۵ھ) کی ''غریب الحدیث'' ہے۔ اس کے اوّلین ہونے میں اگرچہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن راجح قول اسی طرف جاتا ہے۔

(الباعث الحثيث، ص : ۱۶۰)

دوسری کتاب جس کا اوّلین ہونے کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے وہ نضر بن شمیل (۲۵۴ھ) کی ''غریب الحدیث'' ہے اس کی تائید امام حاکم رحمہ اللہ کرتے ہیں۔ (معرفة علوم الحديث، ص : ۸۸)

جب کہ ایک قول کے مطابق عبدالملک بن قریب الاصمعی (۲۱۳ھ) نے سب سے پہلے ''غریب الحدیث'' کے نام سے اس فن میں کتاب لکھی۔ (الباعث الحثيث، ص : ۱۶۰)

لیکن بقول ابن الاثیر، عبدالعزیز خولی اور طاہر صدیقی یہ کتاب دراصل ابوعبیدہ معمر بن المثنی (۲۱۵ھ) کی کتاب پر اضافہ ہے۔

(مقدمه النهاية، ص : ۶)

اس موضوع پر لکھی جانے والی ابتدائی کتابوں میں سے ایک نام ''غریب الآثار'' کا بھی ہے۔ جس کے مصنف ابوعلی محمد بن احمد المستنیر قطرب (۲۵۶ھ) ہیں۔ ایضاح المکنون میں اس کتاب کا نام ''غریب الحدیث'' ہے۔ (كشف الظنون)

دیگر اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

غریب الحدیث: ابوعبید القاسم بن سلام (۲۲۴ھ)

اوّلین کتب میں سے یہ ایک اہم ترین کتاب ہے۔ مصنف نے اس کو احادیث، آثار کثیرہ، باریک معانی اور بڑے بڑے فوائد سے بھر دیا جس کی وجہ سے یہ کتاب بعد میں آنے والے علماء کے لیے مرجع وماخذ بن گئی۔ اس کے مصنف کے بارے میں امام حاکم نے اپنی سند سے ہلال ابن العلا الرقی سے نقل کیا ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کے ذریعے اس امت پر احسان فرمایا ہے۔ ان میں اسے ایک ''غریب الحدیث'' کے مصنف ابوعبید القاسم ہیں۔'' (معرفة علوم الحديث، ص : ۸۸)

اس کتاب کے بارے میں مصنف کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

كنت فى تصنيف هذا الكتاب اربعين سنة ، وربما كنت استفيد الفائده من افواه الرجال فأضعها فى موضعها من الكتاب ، فأبيت ساهرا فرحا منى بتلك الفائدة ، وأحدكم يجيئنى فيقيم أربعة خمسة أشهر فيقول: قد اقمت كثيراً . (وفيات الاعيان : ۴/۶۱)

ابن الصلاح رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فجمع واجاد واستقصى ، فوقع من اهل العلم بموقع جليل وصار قدوة فى هذا الشان .

(مقدمه ابن الصلاح، ص : ۲۱۵)

''انہوں نے اس کتاب کو نہایت عمدگی اور تمام معلومات کا احاطہ کرتے ہوئے جمع کیا تو کتاب نے اہل علم میں جلیل القدر مقام حاصل کیا ہے اور وہ اس فن میں قابل تقلید نمونہ بن گئی۔''

البتہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی ایک خامی کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ اس کا غیر مرتب ہونا ہے۔ (شرح نخبة الفكر، ص : ۹۵)

غریب الحدیث: ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن قادم الکوفی رحمہ اللہ (۲۵۱ھ)

اس کتاب کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔

غریب الحدیث والآثار: ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (۲۷۶ھ)

اس کتاب میں ابن قتیبہ نے ابوعبید کا منہج اختیار کیا ہے البتہ جو الفاظ ابوعبید سے رہ گئے تھے ان کو بھی شامل کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ابوعبید کی بیان کردہ احادیث میں سے صرف وہی احادیث نقل کیں جو زیادہ تشریح طلب تھیں یا جن پر اعتراضات وارد ہوئے تھے۔

ابن قتیبہ اس کتاب کے حوالے سے اس کے مقدمہ میں یوں رقم طراز ہیں:

قد كنت زمانا ارى أن كتاب ابى عبيد قد جمع تفسير غريب الحديث وأن الناظر فيه مستغن به، ثم تعقبت ذلك بالنظروا التفتيش والمذاكرة، فوجدت ما تركه نحوا مما ذكر، فتتبعت ما أغفل وفسرته على نحو مما فسر، وأرجوا أن لا يكون بقى بعد هذين الكتابين من غريب الحديث ما يكون لأحد فيه مقال.

(غريب الحديث: ۱/۱۵۰)

''ایک زمانہ تک میری رائے یہ تھی کہ ابوعبید نے اپنی کتاب میں حدیث کے غریب الفاظ کی تفسیر کو جمع کر دیا ہے اور غریب الفاظ کا متلاشی اس پر کفایت کرے گا۔ پھر میں نے گہری نظر، تفتیش اور مذاکرے کے ذریعے غور کیا تو میں نے ان کی چھوڑی ہوئی چیزیں اتنی ہی مقدار میں پائیں جتنی انہوں نے لکھ دی تھیں۔ پس میں نے ان غریب الفاظ کو تلاش کیا جو ان سے چھوٹ گئے تھے اور ان کی ویسی ہی وضاحت کر دی جیسی انہوں نے اپنی کتاب میں بیان کردہ غریب الفاظ کی کی تھی اور میں امید کرتا ہوں کہ ان دو کتابوں کے بعد غریب الحدیث سے کچھ باقی نہ بچے گا جس کے بارے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش باقی رہے۔''

کتاب شرح غریب الحدیث: ابواسحاق بن اسحاق الحربیؒ (۲۸۵ھ)

یہ کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب ہے مصنف نے اس میں جن چیزوں کا احاطہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: غریب الفاظ حدیث پر شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

۲: احادیث کا بشمول اسانید مکمل احاطہ کیا ہے۔

۳: متون اور الفاظ کو ذکر کرنے میں طوالت اختیار کی ہے۔ ان میں اگر ایک ہی کلمہ غریب ہو تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

طوالت کے باعث علماء نے اس کتاب کو چھوڑ دیا اگر چہ یہ بڑے فوائد کی حامل تھی۔

كتاب شرح غريب الحديث ومعانيه: از ابومحمد قاسم بن ثابت بن حزم السرقسطى المالكى العوفى (۳۰۴ھ)

اس کتاب کو ''كتاب الد. لائل فى شرح ما اغفله ابوعبيده وابن قتيبه من غريب الحديث'' کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

التقریب فی علم الغریب: قاضى نور الدين ابوالثناء محمود بن احمد بن محمد الهمدانى الضيومى (۳۳۴ھ)

اس کتاب کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔

غریب الحدیث: ابوسليمان احمد بن محمد بن احمد الخطابى البستى (۳۸۸ھ)

اس کتاب میں مصنف ابوعبید اور ابن قتیبہ سے متاثر نظر آتے ہیں اور انہوں نے انہی کے منہج کو اختیار کیا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

بقيت بعدهما صبابة للقول فيها متبرض تـوليت جمعها وتفسيرها، مسترسلا بحسن هديتهما وفضل ارشادهما.

''ان دونوں کے بعد بھی غریب الحدیث پر کلام کرنے کی کچھ نہ کچھ گنجائش باقی ہے میں نے ان کی حسن ہدایت اور رہنمائی پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو جمع کیا اور اس کی تفسیر

بھی کی۔'' (غریب الحدیث: ۱/۲۵،۲۶)

غریب القرآن والحدیث: **ابوعبید احمد بن محمد الھروی** (۴۵۱ھ)

یہ وہ پہلی کتاب ہے جو قرآن وحدیث کے غریب الفاظ کی جامع ہے۔ اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ پہلی کاوش ہے یعنی مصنف نے غریب کلمات کو ان کے مقامات سے نکال کر حروف تہجی کے تحت رکھ کر ان کے معنی بیان کیے ہیں۔

سمط الثریا فی معانی غریب الحدیث: ابوالقاسم اسماعیل بن الحسن بن الغازی البیھقی (۴۵۲ھ)

اس کتاب کے متعلق کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔

المجازات النبویة: شریف الدین محمد بن حسین (۳۵۶ھ)

یہ کتاب ۱۳۲۸ھ میں بغداد سے طبع ہوئی بعد ازاں مصر سے بھی طبع ہوئی۔

تقریب الغریبین: ابوالفتح سلیم بن ایوب الرازی (۴۴۷ھ)

یہ ابوعبید الھروی کی کتاب "غریب القرآن والحدیث" کا اختصار ہے۔

الفائق فی غریب الحدیث: ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری (۵۳۸ھ)

یہ ایک معروف کتاب ہے۔ اس کی ترتیب بھی حروف تہجی کے اعتبار سے ہے لیکن اس میں کسی غریب لفظ کو ڈھونڈنا نسبتاً دشوار ہے اس لیے کہ مصنف پوری حدیث یا اس کا کچھ حصہ نقل کر کے پھر غریب الفاظ کی شرح بیان کرتے ہیں۔

مشارق الانوار علی صحاح الآثار: قاضی عیاض (۵۴۴ھ)

مطالع الانوار علی صحاح الآثار: ابواسحاق ابراھیم بن یوسف الوھرانی ابن قرقول (۵۶۹ھ)

ان کتب کے حوالے سے تفصیل نہیں ملتی۔

المجموع المغیث فی غریبی القرآن والحدیث: ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر بن عمر الاصفھانی المدینی (۵۸۱ھ)

اس کتاب میں مصنف نے ابوعبید الھروی کی کتاب پر اضافے کیے اور ان چیزوں کو جمع کیا جو ھروی سے رہ گئی تھیں اسلوب بیان اور ترتیب بھی ھروی ہی کی ملحوظ رکھی ہے اور حجم بھی اتنا ہی ہے۔

غریب الحدیث: ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی (۵۹۷ھ)

ابن الجوزی نے بھی ہروی کی کتاب کے اسلوب کو ہی مدنظر رکھا۔ مگر انہوں نے صرف حدیث کے غریب الفاظ کو ذکر کیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وأرجو ان لا یشذ عنی مھم من ذلك، وأن یغنی کتاب عن جمیع ما صنف فی ذلك.

(غریب الحدیث: ۱/۴)

''مجھے امید ہے کہ مجھ سے کوئی بھی ضروری بات نہ رہ گئی ہوگی اور میری کتاب اس موضوع پر لکھی گئی پہلی تمام کتب سے مستغنی کردے گی۔''

ابن الاثیر رحمہ اللہ اس کتاب کے بارے میں یوں تبصرہ کرتے ہیں:

ولقد تتبعت کتابه فرأیته مختصراً من کتاب الھروی منتزعا من ابوابه شیئا فشیئا ووضعا فوضعا، ولم یزد علیه الا الکلمة اشاذه واللفظة الفاذة ولقد قالیت ما زاد فی کتابه علی ما اخذه من کتاب الھروی فلم یکن الاجزاء یسیرا من اجزاء کثیرة. (مقدمه النھایة فی غریب الحدیث والاثر: ۱/۱۰)

النھایة فی غریب الحدیث والاثر: امام ابوالسعادات مبارك بن محمد بن محمد شیبانی

المعروف ابن الاثیر (٦٠٦ھ)

یہ کتاب ہروی اور ابوموسیٰ مدینی کی کتب کی جامع ہے۔ مصنف نے اس میں تمام کتب احادیث میں پائے جانے والے مشکل الفاظ کی تشریح کی۔ انہوں نے اسے معجم کے اعتبار سے مرتب کیا ہے اس طرح کہ وہ غریب لفظ کو اس کے حرف کے تحت ذکر کرتے ہیں پھر اس کے تحت وہ حدیث لاتے ہیں جس میں وہ غریب کلمہ آیا ہو بعد ازاں اس کے معنی کی تفسیر کرتے ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکتابه اسهل الکتب تناولا مع اعواز القلیل فیه. (شرح نخبة الفکر، ص: ٩٦)

''ان کی کتاب قدرے دشوار ہونے کے باوجود استفادہ کے لیے آسان ترین ہے۔''

سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تحسین یوں کی ہے:

وهی أحسن کتب الغریب وأجمعها وأشهرها الآن وأکثرها تداولا. (تدریب الراوی، ص: ٢٦٩)

''غریب الحدیث پر سب سے اچھی، جامع ترین، مشہور ترین اور بہت زیادہ متداول کتاب ہے۔''

اس کتاب کے حوالے سے بہت سے لوگوں نے اس کے اختصارات اور اس پر اضافے کیے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

محمد بن محمد بن علی کاشغری (٧٠٥ھ) نے ''مجمع الغرائب'' میں ابن الاثیر کی ''النهایة'' پر اضافہ لکھا۔

محمود بن ابی بکر الازموی (٧٢٣ھ) نے اس پر ذیل لکھا۔

حافظ جلال بن محمد الصفری (٧٢٣ھ) نے اس کا اختصار کیا۔

عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن محمد بن بردس البعلی الحنبلی (٧٨٥ھ) نے اپنی کتاب ''الکفایة فی نظم النهایة'' میں ''النهایة'' کو منظوم شکل میں پیش کیا۔

جلال الدین سیوطی (٩١١ھ) نے اپنی کتاب ''الدرر النثیر تلخیص نهایة ابن الاثیر'' میں اس کا اختصار اور ''التزییل والتذنیب علی نهایة الغریب'' میں اس پر اضافے کیے۔

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الآثار: شیخ محمد طاهر الفتنی صدیقی (٩٨١ھ)

اس کتاب میں قرآن، صحاح ستہ اور مشکوٰۃ المصابیح کے تقریباً تمام غریب الفاظ درج کردیے ہیں اور باقی رہ جانے والے الفاظ کو تکملہ میں درج کیا ہے اس میں الفاظ حروف تہجی اور مصادر کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہیں۔

لغات الحدیث: وحید الزماں بن مسیح الزمان (١٣٣٨ھ)

اردو زبان میں لغات الحدیث پر کیا جانے والا منفرد، جامع اور مبسوط کام ہے۔ اہل لغت کے مروّج طریقہ کے مطابق یہ لغت بھی حروف تہجی پر مرتب ہے۔ مؤلف نے ہر لفظ کو شروع سطر سے لکھا ہے اور اس پر اعراب بھی لگائے ہیں تاکہ کم استعداد والوں کے لیے سہولت رہے۔ حرف اوّل کو باب اور حرف ثانی کو فصل مقرر کیا گیا ہے۔

پس غریب الحدیث ایک اہم علم ہے، اس کا تعلق متن حدیث سے ہے اس کے تحت متن میں موجود غیر مانوس اور غیر واضح الفاظ کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کی معرفت حدیث کا مفہوم متعین کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے بغیر کسی حدیث کو بالمعنی روایت کرنا اور اس سے احکام مستنبط کرنا ممکن نہیں۔ محدثین کے ہاں اس کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس کا تعلق چوں کہ علم لغت سے بھی ہے اس وجہ سے دیگر علوم کی نسبت اس کو ایک مشکل فن گردانا گیا ہے جس میں زیادہ غور وخوض کی ضرورت پڑتی ہے۔ احادیث میں الفاظ غریبہ کی کثرت کے اسباب کے حوالے سے متقدمین کے ہاں دو نقطہ ہائے نظر ملتے ہیں۔ ان الفاظ کی تفسیر کے سلسلہ میں مختلف طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اس فن کا آغاز عہد رسالت ﷺ ہی میں ہوگیا مگر اس موضوع پر باقاعدہ تصنیفات دوسری صدی ہجری میں لکھی گئیں۔

مکاتیب علمیہ

ایک علمی خط

مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ

میں نے استاذی المکرّم مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ کے بارے مضمون (جو الاعتصام جلد نمبر ۶۳ شمارہ نمبر ۱۰ میں شائع ہوا) میں مولانا مرحوم کے تفسیری نکات پر مشتمل ایک خط کا تذکرہ کیا تھا۔ افادۂ عام کے لیے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ میں نے عام قارئین کے لیے اس کو زیادہ مفید بنانے کے لیے قرآنی آیات والفاظ کا ترجمہ کر دیا ہے، حوالے مکمل کر دیے ہیں۔ چند مقامات پر بریکٹ میں ضروری وضاحت بھی کر دی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

①...... ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ﴾ (البقرۃ: ۲۵۳)

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ رسول دوسرے رسولوں سے افضل ہیں اور درجات کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں۔

لیکن ایک حدیث میں ذکر ہے:

((لا تفضلوا بین انبیاء اللہ)) (بخاری: ۳۴۱۴)

''اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔''

ایک اور حدیث میں ہے: لا تخیرونی علی موسی. (مسلم: ۲۳۷۳) ''مجھے موسیٰ علیہ السلام پر بہتر ظاہر نہ کرو۔''

مندرجہ بالا آیت اور حدیث میں تطبیق ضروری ہے۔ اس کا تفصیلی جواب مذکورہ آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں دیکھیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ اس انداز میں کسی نبی کی فضیلت ذکر نہ کی جائے، جس سے دوسرے کی تنقیص لازم آئے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے فضیلت بیان نہ کرو: ((لا تفضلوا بین انبیاء اللہ)) بلکہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ فضیلت بیان کریں وہی بیان کرو۔ یعنی فضیلت ہے، لیکن اپنی طرف سے معیار نہ بناؤ۔

②......بعض دفعہ کسی استثناء یا جملہ کا تعلق دور سے ہوتا ہے، جو قاری کے لیے اشکال کا باعث ہو جاتا ہے جیسے قرآنِ مجید میں ہے:

مثال نمبر ۱:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ﴾

''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔'' (الممتحنۃ: ۴)

اس آیت میں ﴿إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ﴾ کا تعلق قریب الفاظ ﴿حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق پہلے کلام سے ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے والد سے بیزاری والا عمل تمہارے لیے نمونہ ہے۔ البتہ باپ کے لیے دعا والا عمل اسوہ نہیں ہے۔

فائدہ نمبر۱:

مشرک کے مرنے کے بعد اس کی مغفرت کے لیے دعا کرنا منع ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ (توبہ: ۱۱۳)

''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔''

فائدہ نمبر۲:

ابراہیم علیہ السلام کے جس قول کو قابل تقلید نمونہ ہونے سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اس کے دو حصے ہیں پہلا یہ کہ میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کروں گا اور دوسرا یہ ہے کہ میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔ ان میں پہلی بات کا قابل تقلید نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے جب کہ دوسری بات خود تو برحق ہے اس میں کوئی خرابی نہیں۔ پھر اس کو مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل ''میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔'' میں ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے مشرک باپ کے لیے اظہارِ ہمدردی ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اگر میں تیرے لیے دعا کے علاوہ کچھ کرنے کی طاقت پاتا تو ایسا ضرور کرتا۔ تو یہ ہمدردانہ تعلق بھی مشرک کے لیے ٹھیک نہیں۔ اس لیے دوسرے حصے کو بھی مستثنیٰ کرنے کی ضرورت تھی۔

مثال نمبر۲:

دور سے تعلق کی ایک مثال یہ ہے:

﴿وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ (الانفال: ۷۲)

''اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔ مگر اس قوم کے خلاف (مدد نہیں کرنی) کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔''

یعنی اگر مدینہ کے گرد ونواح میں بسنے والے مسلمان تم سے مدد طلب کریں تو دینی معاملات میں کفار کے خلاف ان کی مدد ضرور کرو۔ اس کے آگے (دو جملے چھوڑ کر) ہے:

﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾

''اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (الانفال: ۷۳)

اس کا تعلق قریب نہیں بلکہ ﴿فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ کے ساتھ ہے۔ یعنی تم مسلمانوں کی مدد کرو۔ اگر نہیں کرو گے تو شرک وکفر پھیل جائے گا۔

③...... کبھی کلام میں اشکال اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ مربوط کلام کے درمیان جملہ معترضہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۷۳ میں ہے:

﴿وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ﴾ (آلِ عمران: ۷۳)

''اور کسی کے لیے یقین نہ کرو، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، (یہ یقین نہ کرو) کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس جیسا کسی اور کو بھی دیا جائے گا، یا وہ تم سے تمھارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔''

یہ یہود کا قول ہے اس سے پہلے ان کی یہ بات بیان ہوئی کہ صبح

ایماندار اور شام کو کافر بن جاؤ تاکہ دوسرے لوگوں کو اسلام کے بارے شک گزرے وہ بھی ایمان سے رک جائیں۔

اور دوسری بات ہے کہ صرف ان لوگوں پر اعتماد کرو جو تمہارے دین کے تابع وموافق ہوں۔ یعنی یہودیوں کے علاوہ دوسروں کو اپنی دلی باتیں اور آخری امت و نبی ﷺ کی صفات ظاہر نہ کرو۔ کیوں کہ اگر تم نے مسلمانوں کی باتیں بتلا دیں تو انہیں بھی ان باتوں کا علم ہو جائے گا وہ تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے اور لوگ اسلام میں پکے ہوں گے اور مزید لوگ مسلمان ہوں گے۔ ان کی غلط بات مکمل کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دے دیا ہے۔ اور انکار کردیا ہے کہ ان طریقوں سے تم کسی کو ہدایت سے نہیں روک سکتے۔ کیوں کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے درج ذیل آیت کے ساتھ ملتی جلتی ہے:

﴿وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور جب ان کا بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' (البقرۃ: ٧٦)

④......بعض دفعہ شانِ نزول سے لاعلمی بھی اشکال کا ذریعہ بن جاتی ہے، جیسے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر٩٣ میں ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾ (المائدۃ: ٩٣)

''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔''

یعنی ایماندار جو کچھ مرضی کھاتے رہیں حلال ہو یا حرام۔ دنیا کی کوئی شے ہو، انہیں کوئی گناہ نہیں۔ اس کے ظاہری الفاظ کی وجہ سے ایک دوصحابہ رضی اللہ عنہما کو غلطی لگ گئی تھی کہ ہر چیز کھانی حلال ہے۔ (تفسیر قرطبی زیر مطالعہ آیت بحوالہ دارقطنی)

لیکن جب شانِ نزول کا پتا چلا تو اصل حقیقت واضح ہوگئی یعنی حرمت شراب کے بعد سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کئی لوگ جنگ وغیرہ میں شہید ہوگئے اور یہ شراب جو حرام کی گئی ہے وہ ان کے پیٹوں میں تھی یعنی وہ پیتے تھے، تو ان کا کیا حال ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر سمجھا دیا کہ جو ایماندار باقی حرام کردہ اشیاء سے بچتے تھے اور یہ شراب ابھی حرام نہیں ہوئی تھی، اس حالت کے پینے کا ان پر کوئی گناہ ومواخذہ نہیں ہے۔

(نوٹ) گزشتہ آیت کا مطلب پہلے طلبہ سے پوچھنا کہ مسلمانوں کے لیے سب کچھ حلال ہے؟ جیسا کہ ظاہری آیت کا تقاضا ہے بعد میں خود سمجھانا تاکہ توجہ سے سمجھیں۔

⑤......بعض اوقات کلام سامعین کے عقیدہ اور نظریہ کے مطابق کیا جاتا ہے۔ عام لوگوں کے لحاظ سے کلام نہیں ہوتا۔ مثلاً:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (البقرۃ: ١٧٣)

''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

تو اس آیت میں صرف چار چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے اور ''انما'' کلمہ حصر ذکر کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ حکم انہیں میں مقصود ہے۔ ان کے علاوہ اور چیزیں حرام نہیں۔ حالاں کہ خود قرآنِ مجید سورۃ المائدۃ میں ''المنخنقة'' (گلا گھٹنے والا جانور، المائدہ:٣) وغیرہ کتنی اشیاء کا ذکر ہے۔ احادیث میں اصولی اور تفصیلی انداز میں کتنی ہی محرمات کا ذکر ہے (اس لحاظ سے مذکورہ آیت میں کلمہ حصر کا مفہوم واضح نہیں ہو رہا)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت درحقیقت کفار کے ردّ میں ہے کیوں کہ کافر لوگ ان کو حلال سمجھتے تھے۔ جیسا کہ کفار کا مسلمانوں پر اعتراض مذکور ہے کہ وہ کہتے تھے کہ تم عجیب مسلمان ہو۔ خود کہتے ہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں لیکن اللہ کا مارا ہوا کھاتے نہیں ہو جو خود ذبح کرتے (مارتے) ہو وہ کھا لیتے ہو۔ وہ کفار ان اشیاء کو

مرغوب اور حلال سمجھتے تھے۔ تو فرمایا گیا کہ حرام تو وہی ہے جنہیں تم حلال سمجھتے ہو۔

یہ جواب تفصیلاً تفسیر ابن کثیر میں امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

⑥...... دو آیات ہیں جن سے بریلوی حضرات نبی ﷺ کے حاضر ہونے پر دلیل لیتے ہیں:

ا: ﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط﴾ (آلِ عمران: ۱۰۱)

''اور تم کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول (موجود) ہے۔''

۲: ﴿ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ط لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ ﴾ (الحجرات: ۷)

''اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ۔''

اگرچہ سیاق وسباق اور شانِ نزول سے واضح ہے کہ آیات کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے لیکن ﴿فاما الذين في قلوبهم زيغ﴾ کے تحت ایسے لوگ تاویل سے باز نہیں رہتے تو ان کا الزامی جواب دوسری آیات میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ﴾

''اور جب تو ان میں موجود ہو، پس ان کے لیے نماز کھڑی کرے۔'' (النساء: ۱۰۲)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں نبی ﷺ جماعت کروائیں۔ تو کیا شاہی مسجد وغیرہ کی امامت نبی ﷺ کراتے ہیں؟ اس قسم کی آیات سے ان کا بطلان ہو جاتا ہے۔

⑦...... بعض دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہوتا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں مسئلہ یا فلاں آیت مقدم ہے اور فلاں متاخر ہے تو اس سے تاریخی تقدم وتاخر مراد نہیں ہوتا بلکہ حکمی تقدم وتاخر مراد ہوتا ہے۔ جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے درج ذیل آیت کے بارے میں بیان کیا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o ﴾ (التوبة: ۳٤)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ سے پہلے کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کر دی تو وہ مال کے پاک کرنے کا ذریعہ بن گئی۔ (بخاری: ۱٤۰٤)

ان کا مطلب یہ ہے کہ خزانہ جمع کرنے کے بارے ڈانٹ اس وقت تک ہے جب تک زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ آیت زکوٰۃ والی آیت سے پہلے کی ہے۔ کیوں کہ یہ سورۃ التوبہ کی آیت ہے اور زکوٰۃ کا نزول تو اس سے کئی سال پہلے ہو چکا تھا۔

⑧......قرآنِ مجید میں ہے:

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ o وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ o وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ o كَذٰلِكَ قف وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ o ﴾ (الدخان: ۲۵ تا ۲۸)

''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔''

یہاں اس دوسری قوم کے بارے اختلاف ہے جو مصر کی وارث بنائی گئی۔ کوئی تو بنی اسرائیل یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم مراد لیتا ہے۔ بعض علماء کوئی اور قوم مراد لیتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو میدانِ تیہ سے بیت المقدس جانے کا حکم دیا۔

﴿وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ﴾ (الاعراف: ۱٦۱)

''اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو۔''

اس بستی سے بیت المقدس مراد ہے۔ دوسری جگہ ہے:

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾

''اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے لکھ دی ہے۔'' (المائدۃ: ۲۱)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی عرصہ بعد طالوت والی جنگ میں بیت المقدس کی طرف چلے گئے۔ لہٰذا مصر جانے والی قوم کوئی اور ہوگی۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہاں ﴿قَوْمًا اٰخَرِیْنَ﴾ سے بنی اسرائیل ہی مراد ہیں۔ کیوں کہ قرآنِ مجید میں دوسری جگہ ﴿قَوْمًا اٰخَرِیْنَ﴾ کی تفسیر موجود ہے۔

﴿كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ (الشعراء: ۵۹)

''اسی طرح اور ہم نے ان کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔''

ایک اور مقام پر ذکر ہے:

﴿وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝﴾ (القصص: ۵)

''اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔''

اسی طرح سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۷ میں بھی بنی اسرائیل کے وارث بنائے جانے کا ذکر ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ فرعون کے غرقاب ہونے کے فوراً بعد بنی اسرائیل وارث نہیں بنے کچھ عرصہ بعد وارث بنے۔ پہلے بیت المقدس رہے اور پھر مصر کے علاقے میں گئے۔

⑨...... بسا اوقات ایک لفظ کے عربی زبان میں کئی کئی معانی ہوتے ہیں تو غلط ذہن والا انسان اس سے غلط معنی اخذ کر لیتا ہے اور پھر اسلام پر یا احادیث پر اعتراض کرتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآنِ مجید میں یہ آیت ہے:

﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ (البقرۃ: ۱۸۷)

''تو اب ان سے مباشرت کرو۔''

یعنی رمضان کی راتوں میں مباشرت جائز ہے۔ تو اس آیت میں مباشرت کا معنی جماع ہے۔ تو منکرین حدیث نے اس معنی کو سامنے رکھتے ہوئے، ان احادیث کا انکار کیا ہے، جن میں یہ مذکور ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یباشر من امرأتہ اذا کان حائضاً اذا کان علیھا ازارٌ.

وہ کہتے ہیں ہم ایسی حدیثوں کو کیسے مان لیں جو صریح قرآن کے خلاف ہیں اور جن سے پیغمبر ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ احادیث میں مباشرت سے مراد صرف لیٹنا ہے۔ اس لیے مباشرت عمومی لحاظ سے کئی معانی پر مشتمل ہے۔

⑩...... ان الفاظ کے معانی میں طلبا غلطی کھا جاتے ہیں ان کو متنبہ کرنا چاہیے ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ (النجم: ۸) ''پھر وہ نزدیک ہوا۔ پس اتر آیا۔'' ﴿لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد: ۳۵) ''وہ ہرگز تم سے تمہارے اعمال کم نہیں کرے گا۔''

⑪...... مندرجہ ذیل صیغے بھی قابل توجہ ہیں (الفاظ کا ترجمہ اور توضیح میں نے کی ہے۔ عبداللہ رفیق)

۱: فادرء تم (البقرۃ:۷۲) ''پھر تم نے اس کے بارے جھگڑا کیا۔''

دَرْءٌ سے باب تفاعل ہے جمع مذکر مخاطب۔ باب تفاعل کی تاء کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کیا۔ ادغام کرنے سے کلمے کا شروع، مدغم حرف ساکن ہوگیا۔ شروع میں ساکن پڑھنے کے لیے ہمزۃ الوصل لائے۔ پھر شروع میں فاء آنے سے ہمزۃ الوصل تلفظ سے ساقط ہوگیا۔

۲: ﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ (سباء:۸) ''کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔''

اَفْتَرٰی اصل میں اَاِفْتَرٰی تھا۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ شروع میں ہمزۂ استفہام ہے۔ ہمزہ وصل تلفظ اور خط دونوں لحاظ سے گرا دیا گیا ہے۔

۳: ﴿فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ﴾ (یوسف:۱۱۰) ''پس جسے ہم چاہتے تھے وہ بچا لیا گیا۔''

فَنُجِّیَ واحد مذکر غائب، فعل ماضی مجہول، نجاۃ سے ہے۔

۴: ﴿لَا یَهِدِّیْٓ﴾ (یونس:۳۵) ''وہ راستہ نہیں پاتا۔'' اس کا مادہ

ھَــــدٰیٌ ہے۔ باب افتعال سے واحد مذکر غائب ہے۔ باب افتعال کی تاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کیا گیا ہے۔ ادغام کے لیے مبدل دال کا فتح گرا دیا پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا۔

۵: ﴿اِثَّـاقَـلْتُمْ﴾ (التوبۃ ۳۸) ''تم بہت بوجھل ہو گئے'' آیت میں یہ لفظ جوابِ شرط کے طور پر آ رہا ہے۔ اس لیے ترجمہ یہ ہوگا تم بہت بوجھل بن جاتے ہو۔ یہ بابِ تفاعل سے ماضی معروف، جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَثَاقَـلْتُمْ تھا۔ تاءِ تفاعل کو ثاء سے بدل کر ادغام کیا ہے۔ شروع میں ساکن آنے کی بنا پر ہمزۃ الوصل ابتدا میں لائے۔

۶: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ﴾ (القدر:۴) ''فرشتے اترتے ہیں۔'' واحد مؤنث غائب مضارع کا صیغہ ہے اور اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا۔ ایک تاء حذف کردی گئی ہے۔

۷: ﴿لَا تَـکَـلَّمُ﴾ (ہود:۱۰۵) ''وہ (نفس) بات نہیں کرے گا۔'' واحد مؤنث مضارع نفی معروف یہ بھی اصل میں لَا تَتَـکَـلَّمُ تھا۔ ایک تاء حذف کردی گئی۔

۸: ﴿حَتّٰـی اِذَا ادَّارَکُـوْا فِیْهَا جَمِیْعًا﴾ (الاعراف:۳۸) ''حتی کہ جب وہ سب ایک دوسرے سے آملیں گے۔'' ادارکــــوا بابِ تفاعل سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے تاءِ تفاعل کو دال سے بدل کر ادغام کیا اور ابتدا میں ہمزہ الوصل لائے ہیں۔

۹: ﴿وَ مَـنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَـنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (المائدۃ : ۵٦)

اس کا معنی بھی طلباء سے پوچھیں۔

''اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو دوست بنائے جو ایمان لائے ہیں تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔''

⑫...... عام قاعدہ[1] ہے کہ شروع کلام میں اِنَّ اور درمیان کلام میں اَنَّ ہوتا ہے بعض جگہ طلبا کو مغالطہ لگ جاتا ہے کہ شروع کلام ہے اور اَنَّ جیسے سورۃ الجن میں تقریباً تیرہ مقامات پر وانــہ وانا وغیرہ آیا ہے۔ عالم آدمی تو جان لیتا ہے کہ ان سب آیات کا پہلی آیت ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ﴾ (الجن : ۱) میں آنے والے لفظ اَنَّہٗ پر عطف ہے لیکن طالب علم جلدی حقیقت حال معلوم نہیں کر پاتا۔

اسی طرح سورۃ النجم کے آخری رکوع میں نو جگہ آیات کے شروع میں وَاَنَّــهٗ اور اَنَّ آیا ہے۔۔ان کا عطف اس سے پہلے اَلَّا تَـزِرُ میں آنے والے اَنْ (جو دراصل مـخـفـفه من المثقلة ہے) پر ہے۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس درمیان کلام میں اِنَّ بکسر ہمزہ ہے۔ حالاں کہ درمیان کلام میں جہاں یہ معمول بنتا ہو، وہاں اَنَّ ہوتا ہے جیسے سورۃ المنافقون میں ہے:

﴿اِذَا جَآءَکَ الْـمُـنٰفِقُوْنَ قَـالُـوْا نَشْهَـدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَـعْـلَـمُ اِنَّکَ لَـرَسُـوْلُـهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَـدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾ (المنافقون : ۱)

''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔''

قابل توجہ یہ بات ہے کہ جب عَـلِـمَ یاشَهِدَ وغیرہ کے معمول جملہ پر یا کہہ لیجیے اِنَّ کی خبر پر لام آجائے تو ان افعال کا عمل معلق ہوجاتا ہے تو گویا یہ اِنَّ شروع کلام میں واقع ہے۔

⑬...... تمنی اور ترجی کے بعد فعل مضارع ہو اور اس پر فاء آجائے تو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے۔ لیکن استفہام کے بعد فعل مضارع آئے تو وہاں منصوب نہیں ہوتا لیکن درج ذیل آیت میں فعل منصوب ہے۔

(۱) اس قاعدہ کو اس انداز میں بھی بیان کرتے ہیں کہ ''اِنَّ'' اگر بعد والے کلام سے مل کر معمول بنے تو اَنَّ ورنہ اِنَّ پڑھتے ہیں۔ یا اَنَّ والا کلام جملہ کی جگہ پر آئے تو اِنَّ اور اگر مفرد (غیر جملہ) کی جگہ آئے تو اَنَّ پڑھتے ہیں۔

﴿فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ﴾ (الاعراف: ۵۳)

''تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں۔''

اس میں ''فَيَشْفَعُوْا''منصوب ہے،نون حذف ہے۔

تو یہاں استفہام تمنی کے معنی میں ہے۔سوالیہ نہیں ہے۔کیوں کہ جہنم میں سوال کا موقع نہیں۔ بلکہ کفار جب مسلمان گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ سفارش کے ذریعے جہنم سے خلاصی پا رہے ہیں تو تمنی کریں گے: ''کاش ہمارے بھی سفارشی ہوتے اور ہمارے لیے سفارش کرتے۔''

⑭...... ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ (سورة المزمل:۲۰) طلبا سے پوچھیں کہ آیت میں مذکور اَنْ نے نصب کیوں نہیں دیا۔جن طلباء نے الفیہ نہیں پڑھا یا گرائمر کی پوری سوجھ بوجھ نہیں رکھتے وہ نہیں بتلا سکتے۔یہ اَنْ مخففه من المثقلة ہے۔ صاحب الفیہ نے لکھا ہے کہ یہ اَنْ فعل پر داخل ہوجائے گا (حالاں کہ حرف مشبہ بالفعل ''اِنَّ'' فعل پر داخل نہیں ہوتا)۔لیکن فعل کے اور اس کے درمیان قد یاس یاسوف یالو کا فاصلہ ہوگا۔

⑮...... نائب فاعل تو حذف ہوتا ہے۔بعض اوقات اگر فاعل مشہور ومعروف ہو یا مرجع انتہائی معلوم اس کو بھی حذف کردیتے ہیں جیسے ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ﴾ والی آیت میں کئی جگہ ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ اوراس سے ملتے جلتے الفاظ آرہے ہیں۔ چوں کہ معلوم ہے کہ وصیت کرنے والا فوت ہونے والا شخص ہوتا ہے۔اس لیے اسے حذف کردیا گیا۔

اسی طرح درج ذیل آیت ہے:

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ط﴾ (النساء: ٧٤)

یہاں ظاہر ہے کہ ''اَلَّذِيْنَ'' صلہ سے مل کر يُقَاتِلْ کا فاعل نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ اللہ کی راہ میں مسلمان جہاد کرتے ہیں۔ بعض قرأتوں میں ''فَلْيُقَاتِلْ'' صیغہ مجہول پڑھا گیا ہے کہ دنیا دار لوگوں سے جنگ کی جائے۔لیکن صحیح قرأت صیغہ معلوم کے ساتھ ہے تو فاعل حذف ہوگا کہ مسلمان مجاہد اللہ کی راہ میں دنیا دار کفار سے جنگ کریں۔

(نوٹ: فاعل کے حذف اور اَلَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ۔ الخ کے مفعول ہونے کی صورت اس وقت ہوگی جب ''يَشْرُوْنَ'' کا معنی خریدنا کیا جائے۔اگر اس کا معنی بیچنا کیا جائے تو اَلَّذِيْنَ اپنے صلہ سے مل کر یقاتل کا فاعل بنے گا اور حذفِ فاعل کی ضرورت نہیں ہوگی اور یہ معنی زیادہ واضح ہے اور شَرٰى يَشْرِى کے لغوی لحاظ سے دونوں معانی آتے ہیں یعنی یہ اضداد میں سے ہے۔)

⑯...... ایک علمی معلوماتی لطیفہ۔ لفظ ''اللہ'' قرآنِ مجید میں ۲۶۹۷ دفعہ مذکور ہوا ہے۔ان میں سے ۹۸۰ دفعہ حالت رفعی میں جیسے خَتَمَ اللّٰهُ اور حالت نصبی میں ۵۹۲ دفعہ جیسے یخادعون اللّٰهَ اور جری حالت میں ۱۱۲۵ دفعہ جیسا کہ الحمد للّٰهِ تو ''اللہ'' مجموعی لحاظ سے ۲۶۹۷ دفعہ مذکور ہے۔البتہ اس میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم جو سورتوں کی ابتدا میں ہیں وہ شمار نہیں ہیں اور اگر ان کو شمار کیا جائے (اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ بسم الله سورة برأة کے علاوہ ہر سورت کی مستقل آیت ہے) تو مکمل تعداد ۲۸۱۰ بن جاتی ہے۔ اور لفظ ''اللھم'' پانچ دفعہ مذکور ہے جیسے قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ.

(منقول از معجم المفهرس لالفاظ القرآن، ص: ٤٠)

⑰......تربیت اولاد کے بارے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

حضرت قیس بن عاصم المنقری رضی اللہ عنہ کے ۳۲ لڑکے تھے۔اس نے انہیں وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اپنے میں سے بڑے کو سردار بنانا، چھوٹے کو نہ بنانا، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، مال سنبھال کر رکھنا، مال شریف وسخی کو بیدار کرنے والا ہے، کمینوں سے مستغنی کرتا ہے۔اونٹوں کو حق داروں سے نہیں روکنا اور غیر حق دار کو نہیں دینا۔ بدطینت شخص سے اپنے آپ کو بچانا، خواہ وہ ایک دن خوش کرے لیکن وہ پریشان زیادہ کرے گا۔ دشمنوں کے بیٹوں سے بھی بچنا، کیوں کہ اپنے باپوں کی طرح وہ بھی تمہارے دشمن ہیں۔پھر اپنے بڑے بیٹے علی کو کہا کہ ترکش

سے ایک تیر نکالو اور توڑو۔ اس نے توڑ دیا۔ پھر کہنے لگے دو تیر نکالو اور دونوں کو اکٹھا پکڑ کر توڑو۔ تو اس نے خوب زور لگایا لیکن توڑ نہ سکا تو فرمانے لگے ایسے ہی تمہارے اتفاق وافتراق کی مثال ہے۔

(مستدرك حاكم، ج: ۳، ص: ۶۱۱)

بچوں کی تربیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو روزمرہ کے معمولات کھانے، پینے، سونے، جاگنے وغیرہ کی دعائیں سکھائی جائیں۔ کھانا کھانے کے وقت ان کو ساتھ بٹھایا جائے تاکہ کھانے پینے کے آداب سکھائے جاسکیں جیسا کہ نبی علیہ السلام عمر بن ابی سلمة رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

سمّ الله و كل مما يليك.

(صحيح بخارى: ۵۳۷۶)

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بچے بھی دیکھ کر والدین کی اقتداء کریں گے۔

والسلام عليكم وعلى من لديكم.



استدراک:

ہفت روزہ الاعتصام جلد نمبر ۶۳ شمارہ نمبر ۸ ص ۲ پر کلمہ طیبہ میں مولانا یوسف اصلاحی رحمہ اللہ کے مضمون میں ''رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دانت ٹوٹ گئے'' جو شائع ہوگیا تھا جو درست بات نہیں تھی۔ راقم کے استاذ جناب محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاری حفظہ اللہ کی توجہ دلانے پر مزید اس عبارت کی مزید تحقیق کی۔ تو صحیح بخاری شریف میں امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یوں نقل فرماتے ہیں: **عن همام سمع ابا هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((اشتد غضب الله على قوم فعلوا بنبيه يشير الى رباعيته)) (صحيح بخارى، الغزوات، باب ما أصاب النبى صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم احمد، رقم: ۴۰۷۳)** ''حضرت ہمام سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر انتہائی سخت ہوا جس نے اللہ کے نبی کے ساتھ یہ کیا آپ نے اشارہ کیا آگے کے دندان مبارک (کے ٹوٹ جانے) کی طرف تھا۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں **ربـــاعيتــــه** کا لفظ ہے جس کا معنی رباعی دانت ہے یعنی داہنے ہاتھ کا چوتھا دانت اور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ اس کے بارے میں مزید وضاحت فرماتے ہیں: ''مونھہ کے بالکل بیچوں بیچ نیچے اوپر کے دو دانت ثنایا کہلاتا ہے اور ان کے دائیں، بائیں، نیچے اوپر کے ایک ایک دانت رباعی کہلاتے ہیں۔ (الرحیق المختوم (اردو)، ص: ۳۶۴) تو اس سے یہ بات واضح ہوگیا کہ غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دانت مبارک شہید نہیں ہوئے بلکہ رباعی (یعنی چوتھا) دانت مبارک شہید ہوگیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب...... (عبدالرحیم بلتستانی)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اعظم کا انتقال پر ملال

حضرت مولانا عبدالقادر ندوی رحمہ اللہ (ماموں کانجن) کی وفات کی خبر گزشتہ ہفتے قارئین کے پڑھنے کو ملی اور ابھی اس خبر کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ جماعت اہل حدیث ایک اور صدمے سے گزر گئی۔ جید عالم دین، وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان کے ناظم امتحانات، شعلہ بیان مقرر، استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم صاحب (گوجراں والا) ۱۵ر مارچ بروز منگل وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا محمد اعظم صاحب جماعت اہل حدیث کے ایک ممتاز صاحب علم شخصیت، بہترین مقرر اور محنتی مدرس تھے۔ آپ کی ساری زندگی درس وتدریس اور ابلاغ قرآن وسنت میں گزاری۔ آپ کا احترام سب مکاتب فکر کے علمائے کرام کرتے تھے۔ اتفاق بین المسلمین اور قومی ہم آہنگی کے موصوف پیکر تھے۔ جماعتی کانفرنسوں اور دینی جلسوں میں آپ کا خطاب بڑا مدلل اور تاثیر کا حامل ہوتا تھا۔ جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں حدیث نبوی رحمہ اللہ کی تعلیم ایک عرصے سے دیتے چلے آرہے تھے۔ کئی طلباء نے ان سے علمی استفادہ کیا۔ ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ والاعتصام کے تمام کارکنان مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

اللهم اغفرلهما وارحمها وعافهما واعف عنهما وادخلهٗ جنة الفردوس. آمين۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

تذکرہ علمائے اہل حدیث

①......مولانا صوفی محمد ابراہیم روپڑی
②......مولانا محمد ابراہیم تونسوی

مولانا صوفی محمد ابراہیم روپڑی بن رحیم بخش بن احمد غالباً ۱۸۸۰ء میں روپ نگر، روپڑ، ضلع انبالا میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:

''روپ نگر بڑا خوبصورت نام ہے اور روپ کے معنی پنجابی اور ہندی میں خوبصورتی کے ہیں اور جوانی کی خوبصورتی جسم پر لہرا رہی ہو تو سبحان اللہ!

ع حسینوں کے جوبن پر چھایا ہے روپ

اور نگر کا اطلاق پنجابی اور ہندی میں گاؤں، بستی اور قصبے پر ہوتا ہے۔

ع اجڑی جاتی ہے یہ بستی، یہ نگر بستا ہے۔

(دبستانِ حدیث، ص:۴۶۵)

مولانا صوفی محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے آباء واجداد روپڑ اور ڈیرہ دون میں چونے کا کاروبار کرتے تھے اور ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔ مولانا مرحوم نے ہمہ قسم کی تعلیم روپڑ میں حاصل کی، دینی تعلیم کے لیے دارالحدیث روپڑ میں علامہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں انہیں ساندل بار کے ضلع لائل پور کی بستی اوڈاں والی چک نمبر ۴۹۳ گ ب حسین پور میں زرعی اراضی الاٹ ہوئی تو آبادکاری اور کاشت کاری کے سلسلے میں یہاں ان کی آمد ورفت رہی۔ وہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے استاد تھے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے بانی رکن اور مدرس۔

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحٰق بھٹی رقم طراز ہیں:

''(وہ) بڑے عبادت گزار تھے۔ فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھ کر کافی دیر تک اوراد ووظائف میں مصروف رہتے۔ طلوع آفتاب کے بعد نماز اشراق پڑھ کر گھر جاتے۔ اسی طرح عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ذکر واذکار کا سلسلہ جاری رکھتے۔ قرآن مجید سے انہیں بے پناہ شغف تھا۔ کثرت سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ دہلی میں حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم مغفور سے دیگر درسی کتب کے علاوہ قرآنِ مجید کا ترجمہ بھی پڑھ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے اوڈاں والا آ کر صوفی محمد ابراہیم مرحوم سے دوبارہ ترجمہ قرآن پڑھا۔''

(صوفی محمد عبداللہ، ص:۱۴۷)

یہاں اوڈاں والا میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہوتا تھا۔ ۱۹۳۲ء کے سالانہ تبلیغی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''یہ بہت اچھا گاؤں ہے۔ یہاں دینی مدرسہ قائم کیا جائے تو کامیاب ہوگا۔ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے ان کی تقریر کے دوران کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ میں اس مدرسے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں اور ان شاءاللہ یہاں مدرسہ جاری کیا جائے گا۔ جلسہ ختم ہوا تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے گاؤں کے نمبرداروں اور دیگر معززین جن میں حاجی نظام الدین، صوفی محمد ابراہیم اور حاجی قادر بخش وغیرہ حضرات شامل تھے۔ حاجی نظام الدین کے مکان کے سامنے چوک میں جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں یہاں دینی مدرسہ قائم کرنا چاہتا ہوں، آپ حضرات کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟

(ایضاً، ص:۱۵۸، ۱۵۹)

کافی بحث وتکرار کے بعد اہل دہ مدرسہ کے قیام پر رضا مند ہوگئے۔ یوں صوفی محمد ابراہیم رحمہ اللہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے بانی رکن ٹھہرے۔اس مدرسے نے جو خدمات انجام دیں اور دے رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور مولانا عبدالحق محدث رحمہ اللہ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

مولانا ۱۹۳۶ء میں مستقل طور پر اس مدرسہ کی مسند تدریس پر رونق افروز رہے۔(ص:۱۶۲)

وہ نہایت تقویٰ شعار بزرگ تھے۔اوڈاں والا کے بے شمار بچوں کو انھوں نے ناظرہ قرآن مجید پڑھایا اور بعض لوگوں کو قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھایا۔(ایضاً)

وہ ۱۱/ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو اوڈاں والی میں فوت ہوئے۔''الاعتصام'' میں ان کی وفات کی خبر بایں الفاظ شائع ہوئی تھی:

''مؤرخہ ۱۱/ اکتوبر بروز ہفتہ والد محترم مولانا صوفی محمد ابراہیم روپڑی انتقال فرما گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون آپ عمل بالقرآن کے شیدائی، یادگار اسلاف مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور دیگر قدیم اہل حدیث کے مواعظ سے فیض یافتہ تھے۔قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی کے قول پر چلنا آپ کو سخت ناگوار تھا۔ بلا خوف لومۃ لائم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے۔شرک وبدعت ومرزائیت وتقلید شخصی کے نہایت مخالف تھے۔

اللهم ادخله الجنة الفردوس وارفع درجته في المهديين.

احبابِ جماعت خلوص قلب سے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔(غمزدہ عبدالصمد رؤف، مدرس دارالعلوم، اوڈاں والا، لائل پور)......(تحریر: مدثر محمد خان)

مولانا محمد ابراہیم تونسوی ثم احمد پوری

مولانا محمد ابراہیم بن سلطان محمود سیال تونسوی جو تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی علمی اور متحرک شخصیت تھی۔ وہ مؤرخہ ۱۶ فروری ۲۰۱۱ء بروز بدھ طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مولانا مرحوم، مولانا عبدالرزاق فاروقی بن مولانا ابومحمد عبدالحق محدث ریاستی رحمہ اللہ کے ہم زلف تھے۔ان کا آبائی وطن علاقہ ترمن تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان ہے۔ جو ڈیرہ سے بجانب شمال تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ علاقہ ضلع ڈیرہ کی آخری حدود ہے۔ اس کے بعد ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ خیبر پختون خوا کی حد کا آغاز ہوجاتا ہے۔

مولانا تونسوی مرحوم کے والد محترم ایک سادہ اور مذہبی ذوق رکھنے والے مسلمان تھے۔اس میں دراصل مولانا محمد دستی بلوچ علاقہ جوآٹبہ امام تحصیل تونسہ شریف سے تعلق رکھنے والے کا اہم کردار معلوم ہوتا ہے۔اُن کے شوق دلانے سے مولانا سیال مرحوم اپنے والد محترم کی وفات کے بعد حصولِ تعلیم کے لیے مدرسہ دارالحدیث محمدیہ قدیر آباد ملتان پھر دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا میں سلطان المدرسین مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ کے پاس پہنچے۔فراغت کے بعد احمد پور شرقیہ چلے گئے۔

مولانا سیال مرحوم کے بارے میں استاذ العلماء مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ نے اپنی تالیف (مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، حیات۔خدمات۔آثار) میں شاگردوں کی فہرست میں لکھا ہے کہ اُن کا شوق قرآن پاک اور کتب احادیث وفقہ پڑھنے کا تھا۔جس میں وہ کامیاب تھے۔کتب فنون نہیں پڑھتے تھے۔ جو کچھ اُستاد محترم رحمہ اللہ سے سنتے لکھتے جاتے تھے۔فراغت کے بعد جامع مسجد اہل حدیث ٹاہلیاں والی احمد پور شرقیہ میں عرصہ تقریباً تیس سال خطابت، امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور تاحیات کتاب اللہ وسنت رسول کی تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔(مزید ملاحظہ ہو کتاب مذکور)

مولانا تونسوی مرحوم ایک بہترین اہل قلم بھی تھے۔ چناں چہ جماعتی رسائل تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، الارشاد کراچی، ہفت روزہ اہل حدیث وغیرہ میں مختلف عنوان سے مضامین شائع ہوتے رہے

ہیں جو مضامین تفہیم الاسلام میں شائع ہوئے تھے جن کے عناوین اس طرح ہیں:

(۱) ایمان اور عمل (مارچ ۲۰۰۳ء)۔ (۲) جمعۃ المبارک کا دن اور طریقہ نماز (جون ۲۰۰۳ء)۔ (۳) سجدہ ...... حقیقی مستحق کون؟ (جون ۲۰۰۶ء)۔ (۴) توبہ کی فضیلت واہمیت (اکتوبر، نومبر ۲۰۰۶ء)۔ (۵) غلط غیرت اور غلط روی (مارچ، اپریل ۲۰۰۷ء)

یہ وہ مضامین تھے جو صرف راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ یہ علمی واصلاحی مضامین ہیں جو اہل فکر وتدبر کے لیے ایک درس کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا تونسوی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ مولانا سید خالد محمود ندیم بخاری صاحب ناظم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ ملتان نے پڑھائی۔ جس میں سماجی، سیاسی اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔...... (تحریر: اظہر ڈیروی)

یادِ رفتگاں

نمونۂ سلف شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ

محمد یٰسین ظفر (پرنسپل جامعہ سلفیہ، ڈپٹی سیکرٹری وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان)

تمام جماعتی، تعلیمی اور دعوتی حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ممتاز عالم دین معروف استاد شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم حرکت قلب بند ہونے سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ.

مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ محتاج تعارف نہیں۔ نصف صدی تک کتاب وسنت کی خدمت سرانجام دی اور ہزاروں طلباء وطالبات کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ نہ صرف تعلیم بلکہ اپنے اعلیٰ اخلاق کے ذریعے ان کی تربیت بھی کی۔ آپ کے یہ تلامذہ تدریسی، دعوتی، تبلیغی میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ خصوصاً سکول کے اساتذہ، کالج اور یونیورسٹیوں میں لیکچرار، مساجد کے خطباء اور مدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دینے والوں کی بڑی تعداد آپ سے فیض یافتہ ہے۔ آپ کا یہ حلقہ بہت وسیع ہے۔ جس میں ممتاز شیوخ الحدیث، مفسرین اور مفتیانِ کرام بھی شامل ہیں۔

مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات میاں فضل حق رحمہ اللہ کے گھر ہوئی جہاں کسی ضروری مشاورت کے لیے دیگر اداروں کے ممتاز علماء بھی موجود تھے۔ متانت، سنجیدگی وشرافت آپ کے وجیہہ چہرے سے عیاں تھی۔ اور گفتگو میں بھی مجلسی آداب کا پورا پورا لحاظ کر رہے تھے۔ اور جب کوئی بات کرتا تو نہایت انہماک کے ساتھ سنتے۔ ان کا یہ انداز بہت متاثر کن تھا۔ سمع واطاعت کا یہ جذبہ علماء میں بہت کم دیکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور یہ تعلق عزت واحترام، پیار ومحبت میں تبدیل ہوگیا اور اکثر بذریعہ فون رابطہ رہنے لگا۔

آپ جماعتی زندگی کے زبردست حامی تھے۔ اور ہمیشہ جماعت سے وابستہ رہے۔ عہدے اور منصب کی پروا کیے بغیر ایک کارکن اور جذبہ خدمت سے سرشار حکم کی تعمیل میں سعادت سمجھتے تھے۔ آپ نے مولانا محمد عبداللہ مرحوم کے ساتھ ایک عرصہ گزارا۔ وہ مولانا محمد اعظم پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے اور اکثر جماعتی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالتے اور آپ یہ کام کر کے خوشی محسوس کرتے۔

میاں فضل حق مرحوم بھی آپ کے زبردست مداح تھے اور بھرپور اعتماد کرتے تھے۔ مولانا سیّد حبیب الرحمٰن شاہ بخاری مرحوم کی رحلت کے بعد انھیں جماعتی سطح پر ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وفاق المدارس السّلفیہ کا ناظم امتحانات نامزد کر دیا گیا۔ میاں فضل حق مرحوم کی عادت تھی کہ کسی اہم فیصلے سے قبل قریبی احباب سے مشورہ کرتے۔ راقم سے بھی مشورہ طلب کیا جاتا۔ میں نے ان کی وضع داری، خوش اخلاقی اور جماعتی وابستگی کی بنا پر تائید کی تو جواباً فرمانے لگے کہ

مولوی اعظم رحمہ اللہ کی سب سے بڑی خوبی اس کی وفاداری اور بزرگوں کا ادب واحترام ہے۔ وہ ہمیشہ محبت سے پیش آتے ہیں اور خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر میاں فضل حق رحمہ اللہ ہمیشہ احترام سے ان کا نام لیتے اور بلا دھڑک جماعتی نمائندگی کے لیے ان کا نام تجویز کرتے۔

جامعہ سلفیہ نے جب میرپور خاص سندھ میں مدرسہ بحر العلوم السّلفیہ میں کام شروع کیا تو متعدد علماء کو دعوت دی کہ بنفس نفیس جا کر ادارے کی کارکردگی کو ملاحظہ کریں۔ اس ضمن میں میاں فضل حق رحمہ اللہ اپنے ہمراہ مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ کو لے کر گئے اور اختتام صحیح بخاری پر درس حدیث ارشاد فرمایا۔ یہ سفر بہت یادگار تھا جس کا تذکرہ مولانا

اکثر کرتے تھے اور میاں فضل حق ؒ کی تحسین کرتے کہ مجھے اپنے ہمراہ بذریعہ ہوائی جہاز لے کر گئے اور واپس لائے۔

مولانا محمد اعظم ؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ درس وتدریس کا میدان ہو یا خطابت کا، دعوت وتبلیغ کا میدان ہو یا تحقیق وتصنیف کا۔ آپ نے ان سب میں بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ آپ پختہ اور قابل ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ تدریس وتفہیم کا منفرد اسلوب رکھتے تھے۔ طلباء آپ کی تدریس سے بے حد مطمئن تھے۔ جامع مسجد رحمانیہ گوجراں والا میں عرصہ پچاس سال سے خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اپنی مصروفیات کے باوجود دعوت وتبلیغ کے لیے مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے۔ لیکن دوسرے دن ہر حال میں مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے۔ انتظامی امور میں بھی بہت معاون تھے۔ سینئر ہونے کے باوجود انتظامیہ سے باقاعدہ اجازت لے کر جاتے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر مختصر مگر جامع مضامین تحریر کیے اور پمفلٹ کی صورت میں شائع کر کے مفت تقسیم کرتے۔ خصوصاً اتحاد واتفاق، واقعہ کربلا کی حقیقت، رمضان المبارک مسائل واحکام، عید الاضحیٰ فضیلت واحکام وغیرہ آپ کی خصوصی کاوش ہے۔

مولانا محمد اعظم ؒ دینی، رفاہی، سیاسی، جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے لوگ ان کا بے حد احترام کرتے۔ تمام علماء کے ساتھ آپ کا مثالی تعلق تھا۔ اسی طرح سیاسی عمائدین بھی آپ سے خصوصی تعلق رکھتے۔ گوجراں والا شہر سے غلام دستگیر خان ان کے صاحب زادے خرم دستگیر خان، جناب محمد عثمان انصاری، اے حمید وغیرہ ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔

مولانا مرحوم وفاق المدارس السلفیہ کے ناظم امتحانات تھے۔ اپنی ذات کے لیے کبھی اس عہدے کو استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ وسیع تر مفاد میں اور مدارس کی بہتری اور ہم آہنگی کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ بہت نرم مزاج اور خدا ترس تھے۔ لہٰذا ہمیشہ ہمیں نرمی اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔ خصوصاً طالبات کے معاملات میں بہت آسانی کے قائل تھے۔ مولانا محمد یونس بٹ صاحب کے ساتھ خاص تعلق تھا اور وفاق کے اعلیٰ انتظام پر تحسین کرتے اور اس کا برملا اظہار کرتے۔ آپ کی یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ ہمیشہ کام کو بہتر بنانے میں معاون بنتے اور کسی مرحلے میں رکاوٹ پیدا نہ کرتے۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے سالانہ اجتماع پر تشریف لاتے اور بڑی عمدہ گفتگو کرتے۔ آپ کا اکثر موضوع امام بخاری ؒ کے حالات اور خدمات ہوتا۔ سیر حاصل گفتگو کرتے۔ جامعہ سلفیہ کی کارکردگی پر دل کھول کر خراج تحسین پیش کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ کے نظم ونسق اور معیار تعلیم کا ہم کسی سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔

آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ اپنے جونیئر کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے۔ ان کے کام کو بنظر تحسین دیکھتے۔ کمی کوتاہی کی اصلاح فرماتے۔ اور بہتر کارکردگی کے لیے رہنمائی کرتے۔ مولانا محمد اعظم ؒ کی رحلت سے ایک خلا پیدا ہوا ہے جو مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ دینی، ملی، رفاہی، جماعتی خدمات کو قبول فرمائے۔ بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔



رحمت عالم کانفرنس

مرکز حسین ابن علی الاسلامی جام پور روڈ پائیگاہ نزد امجد فلور ملز ڈی جی خان میں رحمت عالم ﷺ کانفرنس ۳/اپریل ۲۰۱۱ء بروز اتوار منعقد ہوگی۔ سید ضیاء اللہ شاہ حفظہ اللہ، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ، سید اشرف قریشی حفظہ اللہ ودیگر علمائے کرام خطاب کریں گے۔

(محمد حامد اللہ چنگوانی 03332641212)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

اسلام کا قانون وراثت

تالیف: مولانا صلاح الدین حیدر لکھوی
ضخامت: ۲۰۰ صفحات (میڈیم سائز)
ناشر: دارالابلاغ، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: حافظ محمد اسلم شاہدروی

قرآنِ کریم کی سورۂ مریم کی آیت: ۴۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۝﴾ (مریم: ٤٠)

''یعنی بے شک ہم زمین اور اِس پر بسنے والوں کے وارث ہوں گے اور ہماری طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔''

اس آیت مبارکہ میں زمین اور زمین والوں کی وراثت کی اصل ملکیت اللہ کریم کی طرف لوٹائی گئی ہے۔ انسان کے پاس دنیا کا مال عارضی ملکیت اور اس کے بعد اس کے وارثوں کے لیے یہ عارضی وراثت ہے۔ اسلام انسانوں کے لیے حق ملکیت اور حق وراثت کو بیان کرتا ہے اور اِسے تسلیم کرتا ہے، اس کے برعکس ''قومیائے جانے'' یا کسی چیز پر ''سب کا برابر حق''، کمیونزم اور سوشلزم ہے جو اسلام کی رو سے درست نہیں ہے کیوں کہ ہر شخص جس قدر محنت کرے گا مال حاصل کرے گا اس لیے مالداروں کے اموال پر غریبوں کا حق ملکیت ثابت نہ ہوگا۔ البتہ قانونِ وراثت اور زکوٰۃ بلکہ نفلی صدقہ وخیرات اسلام کے محاسن میں سے ہیں۔علم وراثت ایک اعلیٰ علم ہے، اس کو حدیث شریف میں نصف العلم کہا گیا ہے۔ اس علم کے جاننے والے ہر دور میں بہت کم رہے ہیں۔ اس کو وراثت، المیراث اور فرائض کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

زیرِنظر کتاب کے مؤلف مولانا صلاح الدین حیدر کا تعلق برصغیر کے معروف علمی خاندانِ لکھویہ سے ہے۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے چلے گئے۔ ۱۹۷۰ء سے قبل معروف جماعتی شخصیت میاں عبدالعزیز مالواڈہ مرحوم (سابق ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) نے اپنی خود نوشت سفر حج میں ان کا اور علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے کہ مدینہ یونیورسٹی کے یہ دونوں پاکستانی نوجوان طلباء میاں صاحب کے میزبان بھی تھے اور انہوں نے میاں صاحب کی سعودی عرب کے بادشاہ، علماء اور مفتیان سے ملاقاتیں بھی کروائیں۔

۱۹۷۰ء کے بعد موصوف سعودی حکومت کے حکم پر افریقہ کے ملک نائیجیریا چلے گئے وہاں ۳۳ برس تک علمی اداروں سے وابستہ رہ کر دین اسلام کی خدمت کرتے رہے، آج کل رینالہ خورد میں مقیم ہیں۔

مؤلف کے اپنے بیان کے مطابق یہ کتاب انہوں نے اپنے قیامِ نائیجیریا کے آخری زمانہ میں بہ زبانِ انگریزی لکھی جسے وہاں کے ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اسی کتاب میں کچھ اضافے کر کے اسے مؤلف نے خود اردو میں منتقل کیا۔ اس کی اشاعت کا اعزاز برادرم جناب طاہر نقاش کے حصہ میں آیا۔ اس کتاب میں وراثت سے متعلقہ مسائل کو نہایت اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

توضیح مسائل کے لیے آسان نقشے بنائے گئے ہیں جو گویا بعض میتوں کی مثالیں ہیں۔ قانون دانوں اور علماء کے لیے یہ ایک بہترین علمی تحفہ ہے۔ اس کتاب میں سو سے زائد ذیلی عنوانات ہیں جب کہ درجن بھر شہ سرخیاں ہیں جن میں عہد نبوی ﷺ سے قبل وراثت کی تقسیم کے قوانین علم المیراث اور علم الفرائض، وراثت کے ارکان شرط اسباب اور موانع، اصحاب الفروض، حجب کی بحث، نسبتوں کا بیان، ردّ اور مناسخہ کا بیان، مخنث اور مفقود الخبر کی میراث اور ذوی الارحام کی وضاحت نمایاں ہے۔

آخر میں کتاب کے مراجع بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اس مشکل علم کو آسان پیرایہ میں پیش کر کے فاضل مؤلف نے ہماری جماعت کے قابل قدر اصحاب الفرائض میں جگہ پالی ہے۔ میری مراد حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی، مفتی جماعت مولانا محمد صدیق سرگودھا والے، شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی جہلمی اور مولانا

فاروق اصغر صارم گوجرانوالا ﷫ ہیں۔ یہ سب اس علم کے ماہر رہے ہیں اور انہوں نے اس علم کی خدمت میں تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

آئندہ اشاعت کے حوالہ سے مؤلف یا ناشر کی خدمت میں تجویز ہے کہ متن کتاب میں جو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ہیں ان سب کا اردو ترجمہ بھی دیا جائے۔ نیز تخریج اور حوالہ جات کی تکمیل کی جائے۔ کتاب کی جلد، کمپوزنگ، کاغذ، ڈیزائننگ سب عمدہ معیار کی حامل ہیں۔ گویا اس کتاب میں باطنی کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن بھی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کو عام کرنا چاہیے تاکہ یہ زیادہ ہاتھوں تک پہنچ سکے۔

نماز باجماعت کی اہمیت

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی ﷾

ضخامت: ۳۰۲ صفحات

قیمت: ۳۲۵ روپے

خصوصیات: خوبصورت ٹائٹل، مضبوط جلد، عمدہ سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ

ناشر: دارالنور، اسلام آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ نماز کی ادائیگی ہر مسلم پر ہر حالت میں فرض ہے۔ البتہ خواتین پر فطری موانع کی بنیاد پر کچھ رعائتیں ہیں۔ نماز باجماعت کی اہمیت وفضیلت پر اس کتاب میں سیر حاصل مواد مہیا کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں اکثر احکام ومسائل بالترتیب بیان کردیے گئے ہیں جو کتاب وسنت کی تعلیمات میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب ﷾ دور حاضر کی ایک معتبر علمی شخصیات میں شامل ہیں۔ انہوں نے عامۃ الناس خصوصاً مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے لیے کئی ایک کتب مرتب کر کے شائع فرمائی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اپنے موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

زیر تبصرہ کتاب چار مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلے مبحث میں نماز باجماعت کے فضائل درج ہیں۔

دوسرے مبحث میں نماز باجماعت کی فرضیت اور تیسرے مبحث میں نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کے باجماعت نماز کے اہتمام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آخری مبحث میں علمائے امت کے وہ اقوال جو باجماعت نماز کے متعلقہ ہیں دیے گئے ہیں۔ جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے فضائل کو ۱۴ عناوین کے ذریعے تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

نماز باجماعت کی فرضیت کے بارے میں ۱۱ عناوین اور رسولِ کریم ﷺ کے اہتمام نماز باجماعت کے ۶ واقعات اور علمائے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے باجماعت نماز کے متعلق چوالیس احکام واقوال بیان کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی سابقہ تصنیفات کی طرح اس میں بھی قرآن وسنت کے حوالہ جات کا اہتمام ہے۔ کتب تفاسیر واحادیث کے حوالے اور مصادر کا ذکر بھی حواشی میں کردیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو یہ کتاب بچوں کی اصلاح کے لیے گھروں میں بطور درس پڑھانا چاہیے۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو باجماعت نماز قائم کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

یہ اعمال اپنائیں اور حج کا ثواب پائیں

تالیف: غلام مصطفیٰ فاروق

ضخامت: ۱۷۴ صفحات

ڈسٹری بیوٹر: ۱: فضلی بک سنٹر سپر مارکیٹ اردو بازار کراچی۔
۲: کتاب سرائے اردو بازار۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان بالغ مرد وعورت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ فرض ہے۔ استطاعت ہونے پر اگر کوئی حج کا قصد نہیں کرتا تو اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ مسلمان گناہ گار شمار ہوگا۔

زیر تبصرہ کتاب مولانا غلام مصطفیٰ فاروق صاحب اخذ وترتیب کے بعد مارکیٹ میں لے آئے ہیں۔ اس کتاب میں بعض ایسے اعمال دیے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر حج وعمرہ کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بعض موضوع اور ضعیف روایات بھی درج کر دی گئی ہیں جو علمائے اہل حدیث کے شایانِ شان نہیں۔ آئندہ اشاعت میں ان کو نکال دینا چاہیے۔ البتہ بہتر معلومات وتشریحات کتاب کی جان ہیں۔ اہل علم وطلباء استفادہ کرسکتے ہیں۔

کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور اور نیوز کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

مسجد نبویؐ

یہ مسجد جو رسولؐ پاک کا مسکن رہی برسوں
یہ مسجد جو نزولِ وحی سے روشن رہی برسوں

قبا کے بعد اس میں رحمۃ للعالمینؐ آئے
اسی میں آخری دس سال جبریل امیں آئے

یہی منبع بنی عالم میں انوار رسالتؐ کا
یہیں مرکز بنا حسنِ صداقت کا عدالت کا

اسی مرکز سے پھوٹیں مہر عالم تاب کی کرنیں
شبِ غم کا اجالا تھیں اسی مہتاب کی کرنیں

یہی بزم مقدس تھی نبیؐ کے جاں نثاروں کی
یہی تھی کہکشاں چرخ ہدایت کے ستاروں کی

یہی تھی تربیت گہ ان مجاہد شہسواروں کی
جنہوں نے گردنیں خم کیں جہاں کے تاجداروں کی

یہی وہ بوریا تھا جس سے تاج وتخت ڈرتے تھے
فریدوں جاہ و جم اقبال وخسرو بخت ڈرتے تھے

یہیں سے راستی کا درس ملتا کج کلاہوں کو
پنہ ملتی تھی آ کر اس جگہ عالم پناہوں کو

یہی دارالاماں تھا ظلم وجبر وغم کے ماروں کا
یہی تھا خانہ عفو و کرم عصیاں شعاروں کا

یہیں سے دعوت توحید کے مناد چلتے تھے
یہی سے اہل حق تسخیر عالم کو نکلتے تھے

یہیں اس مرد حبشہ کی صدا گونجی فضاؤں میں
وہ مرد حق بلا کا سوز تھا جس کی نواؤں میں

اذاں جس کی جگاتی تھی ازل کے سونے والوں کو
جو شب کی ظلمتوں سے کھینچ لاتا تھا اجالوں کو

محمدؐ کی شہادت کا وہ جب اعلان فرماتا
کنکھیوں سے ادھر محبوبؐ کو بھی دیکھتا جاتا

زبانِ قال سے کہتا نگاہِ حال سے کہتا
نگاہِ مصطفٰی کا نورِ شفقت دیکھتا رہتا

وہ جس کے جذب ومستی میں سعادت ہی سعادت تھی
وہ جس کا ایک اک لمحہ عبادت ہی عبادت تھی

یہیں اصحاب صفہ توشہ دارین پاتے تھے
یہیں ابلیس کے مارے ہوئے بگڑی بناتے تھے

یہیں بے چارگانِ دہر کو آرام ملتا تھا
یہیں پژمردگاں کا غنچہ امید کھلتا تھا

اسی کا ایک ٹکڑا روضہ رضواں کا حصہ ہے
جہاں سجدہ گزاری قوم کے ایماں کا حصہ ہے

رفیع المرتبت ہے بعد بیت اللہ حرم ہے یہ
نگاہِ ملتِ اسلام میں والا حشم ہے یہ

(علیم ناصری)